قرآن کریم اور سنّت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والسلام کی تعلیمات کا علمبردار

بیّنات

جلد: ۸۶ شمارہ: ۵
جمادی الاولیٰ: ۱۴۴۴ھ - دسمبر: ۲۰۲۲ء
قیمت فی شمارہ: ۵۰ روپے، زرِ سالانہ: ۶۰۰ روپے

مُدیر/مُدیر مسئول
مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری

نائب مُدیر
مولانا سیّد احمد یوسف بنوری

مُدیر معاون
مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

ناظم
مولانا فضل حق یوسفی

خط وکتابت اور ترسیلِ زر کا پتہ
دفتر ماہنامہ ''بینات''، جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ بنوری ٹاؤن
کراچی، پوسٹ کوڈ: 74800، پوسٹ بکس نمبر: 3465
فون دفتر ''بینات'': 021-34927233

بیرون ملک سے بذریعہ ہوائی ڈاک
یورپ اور امریکی ممالک، وغیرہ: 40 امریکی ڈالر
عرب اور ایشیائی ممالک، وغیرہ: 35 امریکی ڈالر

اکاؤنٹ نمبر
اکاؤنٹ نمبر: 7-397-0101900 برانچ کوڈ: 00816
مسلم کمرشل بینک علامہ بنوری ٹاؤن برانچ کراچی

وضاحت
ماہنامہ ''بینات'' میں اشتہارات کی اشاعت کا مقصد تصدیق اور سفارش نہیں ہے۔ ادارہ معاملات کا ذمہ دار نہیں ہوگا۔

جامعۃ العلوم الاسلامیۃ
علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن
فون: 34913570 - 34123366 - 34121152 **Ext.** 146 - 147
فیکس: 34919531-21-92 +
Web: www.banuri.edu.pk ***Email***: bayyinat@banuri.edu.pk

ناشر: مولانا سید سلیمان یوسف بنوری **مطبع:** شفق پرنٹنگ پریس **طابع:** حافظ ثناء اللہ واحدی

فہرستِ مضامین

بصائر وعبر

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی رحمۃ اللہ علیہ	۳	
اسلامیات کے لیے غیر مسلم اساتذہ کی بھرتی	۷	محمد اعجاز مصطفیٰ
گستاخانہ مواد کی تشہیر کو روکنے پر لاہور ہائیکورٹ کا فیصلہ	۹	

مقالات ومضامین

مکاتیب حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ بنام حضرت بنوریؒ	۱۰	انتخاب: مولانا سید سلیمان یوسف بنوری
طلبہ کرام کے لیے چند مفید نصائح	۱۳	بیان: مفتی رضاء الحق (جنوبی افریقہ)
کارٹون اور ویڈیو گیم... ہماری نسلوں کے لیے مہلک زہر	۱۸	جناب فیروز عبداللہ میمن
عقیقہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت	۲۴	مفتی محمد نجیب قاسمی سنبھلی
استفادہ کی چند بنیادیں	۲۸	مولوی محمد بن محمد سرور
صلہ رحمی کی اہمیت اور اس کے ثمرات	۳۹	مولوی محمد طاہر خان
کرپٹوکرنسی، این ایف ٹی اور بلاک چین تعارف، مغالطے، شرعی نقطۂ نظر اور ہماری ذمہ داری (قسط:۳)	۴۶	جناب ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی

یادِ رفتگاں

شیخ الحدیث مولانا کریم بخشؒ کی رحلت	۵۷	محمد اعجاز مصطفیٰ

دار الافتاء

''Kalpay'' کمپنی کے ساتھ معاملات کا حکم!	۵۹	ادارہ

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله و سلامٌ علیٰ عباده الذين اصطفیٰ

دارالعلوم کراچی کے صدر، وفاق المدارس العربیہ کے سرپرست، وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے صدر حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہٗ کے برادرِ کبیر، ہزاروں علمائے کرام کے شیخ، استاذ و مربی، کئی مدارس و جماعتوں کے سرپرست و رکن شوریٰ، کئی سرکاری و غیر سرکاری کمیٹیوں اور کمیشن کے رکن حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی کچھ عرصہ علیل رہنے کے بعد ۲۳ / ربیع الثانی ۱۴۴۴ھ مطابق ۱۸ / نومبر ۲۰۲۲ء بروز جمعہ ۸۶ سال کی عمر میں اس دارِ فانی کو خیر باد کہہ کر راہیِ عالمِ آخرت ہوگئے، إنا لله وإنا إليه راجعون، إن لله ما أخذ وله ما أعطیٰ وكل شيءٍ عندهٗ بأجل مسمًّى.

حضرت مفتی صاحبؒ کی پیدائش ۲۳ / ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۶ / جولائی ۱۹۳۶ء میں دارالعلوم دیوبند کے ''صدر مفتی'' و سابق مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع قدس سرہٗ کے ہاں ہندوستان کے قصبہ دیوبند ضلع سہارنپور میں ہوئی۔ آپ کا نام حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ نے ''محمد رفیع'' تجویز کیا اور فرمایا: ایک سجع بھی بے ساختہ ذہن میں آگیا: ''از جملہ خلائق محمد رفیع''، ''جس کا معنی ہے تمام مخلوق سے محمد بلند و بالا۔''

آپ کی ولادت کے وقت آپ کے والد ماجد دارالعلوم دیوبند کے ''صدر مفتی'' تھے، اس لیے حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب نے تعلیم کا آغاز اپنے والد ماجد سے دارالعلوم دیوبند کے دارالافتاء میں

قاعدہ بغدادی سے کیا۔ دارالعلوم دیوبند میں آپ نے پندرہ پارے حفظ کیے، تقسیم ہند کی بنا پر پاکستان کراچی میں آ کر کچھ عرصہ ’’جامع مسجد جیکب لائن‘‘ اور اس کے بعد ’’مسجد باب الاسلام‘‘ آرام باغ میں حفظ قرآن کی تکمیل کی، اور آپ کا ختم قرآن فلسطین کے مفتی اعظم الحاج امین الحسینیؒ نے کرایا۔ اور آپ نے تراویح میں پہلا قرآن کریم ۱۳۷۰ء میں مسجد باب الاسلام میں موجود دارالافتاء میں سنایا۔ اور اسی مسجد میں آپ کے فارسی کے ابتدائی اسباق شروع ہوئے۔ یہاں آپ کے اساتذہ میں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، حضرت مولانا فضل محمد سواتی، حضرت مولانا امیر الزمان کشمیری، اور حضرت مولانا بدیع الزمان قدس اللہ اسرارہم جیسی عبقری شخصیات تھیں۔ اور چند ماہ بعد ۱۳۷۲ھ مطابق ۱۹۵۱ء میں باقاعدہ دارالعلوم نانک واڑہ کا آغاز ہوا تو آپ اس کے اولین طلباء میں تھے۔ ۱۹۷۹ھ مطابق ۱۹۶۰ء میں آپ نے دورہ حدیث کر کے درسِ نظامی کی تعلیم کا فاتحہ فراغ پڑھا۔ اس دوران ۱۳۷۸ھ میں آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان بھی پاس کیا۔ دورہ حدیث کے بعد آپ نے اپنے والد ماجد کی زیرنگرانی قائم ہونے والے شعبہ تخصص فی الافتاء میں داخلہ لیا اور ساتھ ہی تین اسباق کی تدریس آپ کے سپرد ہوئی۔ تخصص فی الافتاء کی تکمیل پر آپ نے فقہی تحقیقی مقالہ ’’حقوقِ مجردہ کی بیع‘‘ تحریر فرمایا۔

آپ کے مشہور اساتذہ میں حضرت مولانا قاری فتح محمد، حضرت مولانا قاری رحیم بخش، مفتی اعظم پاکستان مفتی ولی حسن ٹونکی، حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی، حضرت مولانا سلیم اللہ خان، حضرت مولانا سحبان محمود، حضرت مولانا اکبر علی سہارن پوری، حضرت مولانا رعایت اللہ، حضرت مولانا محمد حقیق نور اللہ مراقدہم ہیں۔ آپ کو درج ذیل حضرات ومشائخ سے اجازتِ حدیث حاصل تھی: ۱: فضیلۃ الشیخ محمد حسن بن محمد مشاط المکی المالکی، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی، شیخ الاسلام مولانا ظفر احمد عثمانی، شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا مہاجر مدنی، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب، فضیلۃ الشیخ ابوالفیض محمد یٰسین بن محمد عیسی الفادانی المکی، فضیلۃ الشیخ ابوالزاہد محمد سرفراز خان صفدر نور اللہ مراقدہم۔

درسِ نظامی اور تخصص سے فراغت کے بعد آپ مستقل طور پر تدریس فرمانے لگے، تقریباً گیارہ سال ۱۳۷۹ھ تا ۱۳۹۰ھ میں آپ نے درسِ نظامی کی اکثر کتب کی تدریس مکمل کر لی تھی اور ۱۳۹۱ھ سے علم حدیث اور اصولِ افتاء کی تعلیم وتدریس ہی آپ سے متعلق رہی۔ آپ کی تدریس کی خصوصیات میں سے تھا کہ آپ مشکل ترین اور دقیق ترین مباحث کو آسان اور عام فہم انداز میں بیان کرتے۔ غیرضروری مباحث اور نکات سے حتی الامکان اجتناب برتتے۔ صحتِ عبارت اور صحتِ تلفظ پر خصوصی نظر رکھتے۔ دورانِ سبق مصنف یا کسی بھی عالم اور بزرگ کا نام آنے پر محبت سے نام لیتے اور آخر میں اس کے لیے دعائیہ کلمات کا استعمال کرتے، خصوصاً نبی کریم ﷺ کا نام نامی آنے پر یہ تعظیمی کیفیت اور بڑھ جاتی۔ واضح تلفظ کے ساتھ ’’صلی اللہ علیہ وسلم‘‘

ہر مرتبہ خود بھی پڑھتے اور طلبہ کو بھی اس کی تلقین کرتے۔ درس نظامی کی تدریس اور فقہ ظاہر میں ممتاز مقام کے حامل ہونے کے باوصف آپ فقہ باطن یعنی احسان وسلوک اور تصوف میں بھی بہت اہتمام سے مصروف اور مشغول رہے، اسی لیے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کے خلیفہ مجاز حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفی نور اللہ مرقدہٗ سے بیعت ہوئے اور انہوں نے آپ کو خلعت خلافت سے نوازا۔ آپ عوام اور طلبہ کی اصلاح وتربیت کے لیے ہر بدھ کو جامع مسجد دارالعلوم میں اصلاحی بیان فرماتے۔ اس کے علاوہ ہر جمعہ کو جامع مسجد میں عام لوگوں کو مختلف معاشرتی، اخلاقی اور سماجی موضوعات پر وعظ ونصیحت فرماتے۔ حضرت مفتی صاحب اپنے خطبات اور بیانات میں دو باتوں پر زیادہ زور دیا کرتے تھے: ایک یہ کہ دنیا کے سامنے دین اسلام کا صحیح نقشہ اور صحیح تصویر پیش کریں اور دوسرا یہ کہ ہر معاملے میں اتباعِ سنت کا اہتمام کریں اور ہر کام کو انتہائی نظم وضبط اور صفائی وسلیقہ کے ساتھ کریں۔ آپ کے نظم وضبط اور صفائی وسلیقہ کا شاہکار دارالعلوم کی تعمیرات، جامع مسجد اور دارالعلوم کا نظام ہے۔ آپ نے تقریباً پچاس سے زائد ممالک میں رہنے والے مسلمانوں کے ہاں پہنچ کر وقتاً فوقتاً ان کی دینی وعلمی راہنمائی کی اور ان کی دینی پیاس کو بجھایا۔

ان تمام مصروفیات کے باوجود آپ نے تحریر وتصنیف کا میدان بھی نہیں چھوڑا۔ آپ تحریر میں نہایت محتاط اور نپی تلی بات لکھنے کے قائل تھے، اس کے علاوہ آپ کی ہر تحریر ٹھوس معلومات کی بنیاد پر ہوتی۔ آپ نے درج ذیل کتب تصنیف فرمائیں، جو رہتی دنیا تک آپ کے لیے صدقہ جاریہ اور امت مسلمہ کی راہنمائی کرتی رہیں گی:

عقائد وکلام کے موضوع پر: مسئلہ تقدیر کا آسان حل، علاماتِ قیامت اور نزولِ مسیح۔ حدیث کے موضوع پر: التعليقات النافعة على فتح الملهم، درسِ مسلم شریف، کتابت حدیث عہد رسالت وعہد صحابہؓ میں۔ فقہ وصولِ فقہ کے موضوع پر: ضابط المفطرات في مجال التداوي (عربی)، الأخذ بالرخص وحكمه (عربی) درسِ شرح عقود رسم المفتی (عربی، اردو)، فقہ میں اجماع کا مقام (اردو، عربی)، نوادر الفقہ (دوجلد)، احکامِ زکوٰۃ، رفیقِ حج، بیع الوفاء (عربی) المقالات الفقهية (عربی، دو جلد)۔ سیاست ومعیشت کے موضوع پر: دینی جماعتیں اور موجودہ سیاست، عورت کی سربراہی کا شرعی حکم، یورپ کے تین معاشی نظام، اسلام میں غلامی کا تصور، دینی مدارس اور نفاذِ شریعت، دوقومی نظریہ، اسلامی معیشت کی خصوصیات اور صنعتی تعلقات۔ اصلاح وارشاد کے موضوع پر: اصلاحی تقریریں (دس جلد) اختلاف رحمت ہے، فرقہ بندی حرام، مستحب کام اور ان کی اہمیت، محبت رسول اور اس کے تقاضے، طلبائے دین سے خطاب، حب جاہ ایک باطنی مرض، حج کے بعد زندگی کیسے گزاریں؟، اللہ کا ذکر، مخلوقِ خدا کو فائدہ پہنچاؤ، مسلمانوں کی تعلیمی پالیسی (تاریخ کے آئینہ میں)۔ سفرنامے کے موضوع پر: یہ تیرے پراسرار بندے، انبیاء کی سرزمین

میں، گلگت کے پہاڑوں میں یادگار آپ بیتی۔ سوانح کے موضوع پر: حیاتِ مفتی اعظمؒ، میرے مرشد حضرت عارفیؒ۔ متفرقات: علم الصیغہ مع اردو تشریحات، الفضل الرباني في أسانيد محمد رفيع العثماني، علمائے دین کے تین فرائض منصبی، فقہ اور تصوف، ایک تعارف، دینی تعلیم اور عصبیت، خدمت خلق، جہادِ کشمیر اور ہماری ذمہ داریاں، دوسرا جہادِ افغانستان، حقوقِ نسواں بل ۲۰۰۶ء کی حقیقت۔

حضرت مفتی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ: دیوبندیت اعتدال وتوازن، اتباع سنت اور خلوص وللّٰہیت کا نام ہے اور دیوبند کی خصوصیت یہ ہے کہ وہاں پڑھانے کے ساتھ ساتھ اس پر عمل کرنا بھی سکھایا جاتا تھا۔ آج ہم علم پڑھتے اور پڑھاتے ہیں، لیکن علم پر عمل کرنا نہ سیکھا جاتا ہے اور نہ سکھایا جاتا ہے، إلا من رحم ربي۔ اس لیے ہم جو پڑھتے ہیں، اس پر ہمارا عمل نہیں ہوتا۔ ہمارے اکابر جو فرماتے تھے، اس پر ان کا عمل ہوتا تھا۔ سنتِ نبوی پر ہمارے اکابر کا یہ عمل تھا کہ شیخ المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری سے ایک بار کسی نے سوال کیا کہ فلاں مسئلہ کے دو پہلوؤں میں سے اقرب الی السنۃ کون سا پہلو ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ: حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ کا عمل معلوم کرو کہ وہ کس پہلو پر عمل کرتے تھے، جو ان کا عمل تھا، وہی اقرب الی السنۃ ہے۔ اب دیکھیے کہ حضرت گنگوہیؒ کے عمل کو اقرب الی السنۃ کی دلیل کے طور پر پیش کیا جارہا ہے اور پیش کرنے والے خود بھی بڑے محدث ہیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ آج کل ہر ایک کو یہ فکر ہے کہ وہ بڑا کہلائے اور بڑا بن جائے، جبکہ ہمارے اکابر میں یہ رجحان نہیں تھا۔ ہمارے بزرگوں میں ایک بڑی خوبی ''فنائیت'' کی تھی، وہ فنا فی اللہ تھے۔ علامہ سید سلیمان ندویؒ نے جب حضرت تھانویؒ سے بیعت کی تو علامہ اقبال مرحوم نے انہیں خط لکھا کہ آپ تو بہت بڑے عالم ہیں، یہ آپ نے کیا کیا؟ سید سلیمان ندویؒ نے جواب دیا کہ میں نے تو اپنا قبلہ درست کرلیا ہے، آپ بھی اپنا قبلہ درست کرلیں تو بہتر ہے۔

سید سلیمان ندویؒ فرماتے ہیں کہ: جب میں تھانہ بھون کچھ دن رہ کر رخصت ہونے لگا تو حضرت تھانویؒ نے آخری نصیحت کے طور پر انگلی میرے سینے پر رکھ کر فرمایا کہ: ہمارے پاس تو ایک ہی چیز ہے: فنائیت، خود کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے فنا کردینا۔ مگر آج فنائیت کا یہ جذبہ ہم میں کم سے کم ہوتا جارہا ہے اور بڑا بننے کے چکر میں اکابر کے مسلک اور مزاج سے ہم دور ہوتے جارہے ہیں۔ بہرحال! حضرت مفتی صاحب محل وموقع کی مناسبت سے علماء، طلبہ اور عوام الناس میں مختلف موضوعات پر بیانات اور نصائح کیا کرتے تھے، جو کتابی شکل میں موجود ہیں اور رہتی دنیا تک ان شاء اللہ! امت مسلمہ کی راہبری وراہنمائی کرتی رہیں گی۔

چونکہ حضرت مفتی صاحبؒ کے اکلوتے صاحبزادے مولانا زبیر اشرف عثمانی صاحب بیرونِ ملک سفر پر تھے، جن کے آنے میں تاخیر تھی، اس لیے ولی اقرب کا لحاظ وخیال رکھتے ہوئے دوسرے دن بروز اتوار صبح نو بجے نمازِ جنازہ کا اعلان ہوا، آپ کی نمازِ جنازہ میں پورے ملک کے بڑے بڑے اکابر، مشائخ، علماء کرام

اور مختلف سیاسی، مذہبی جماعتوں اور تنظیموں کے سربراہان شریک ہوئے، خصوصاً حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب، حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری، سید مختار الدین شاہ صاحب، گورنر سندھ کامران ٹیسوری، پی ایس پی کے سربراہ جناب مصطفی کمال، جماعت اسلامی کراچی کے امیر جناب نعیم الرحمٰن، جناب اسد اللہ بھٹو، حضرت مولانا شمس الرحمٰن عباسی کے علاوہ ہزاروں علماء، طلبہ، تاجر برادری اور عوام الناس نے شرکت کی۔ آپ کی نمازِ جنازہ شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم نے پڑھائی۔ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے رئیس حضرت مولانا سید سلیمان یوسف بنوری دامت برکاتہم کے سفر پر ہونے کی وجہ سے جامعہ کی نمائندگی جامعہ کے نائب رئیس حضرت مولانا سید احمد یوسف بنوری صاحب، جامعہ کے ناظم تعلیمات حضرت مولانا امداد اللہ یوسف زئی صاحب اور راقم الحروف نے کی، ان کے علاوہ کئی اساتذہ کرام اور طلبہ عظام شریک ہوئے۔ حضرت مفتی صاحب کو آپ کے والدین کے درمیان دار العلوم کے قدیم قبرستان میں سپردِ خاک کیا گیا۔ حضرتؒ کے پسماندگان میں ایک اہلیہ، ایک صاحبزادہ مولانا زبیر اشرف عثمانی (جو کہ دار العلوم میں استاذ الحدیث اور مفتی کے منصب پر فائز ہیں) اور تین صاحبزادیاں جو کہ سب شادی شدہ اور اپنے گھروں میں آباد ہیں۔ اس کے علاوہ پوری دنیا میں آپ کے ہزاروں شاگرد، متوسلین اور معتقدین آپ کے لیے صدقہ جاریہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب کو کروٹ کروٹ راحتیں نصیب فرمائے، آپ کی جملہ دینی وملی خدمات کو قبول فرمائے، آپ کو جنت الفردوس کا مکین بنائے اور آپ کے اعزہ واقرباء، متوسلین اور متعلمین کو صبرِ جمیل کی توفیق سے نوازے، آمین یارب العالمین!

قارئینِ بینات سے حضرت مفتی صاحبؒ کے لیے ایصالِ ثواب کی درخواست ہے۔

اسلامیات کے لیے غیر مسلم اساتذہ کی بھرتی

اربابِ حکومت اور صاحب اقتدار وصاحب اختیار حضرات کی شاہ خرچیوں کی بدولت ہمارا ملک بیرونی قرضوں میں دن بدن دھنستا جارہا ہے، جس کی بنا پر بیرونی ممالک آئے دن اپنی من مانی شرائط اور قیودات لگاتے رہتے ہیں۔ ہمارے ملکی نظام میں کوئی ادارہ ایسا نہیں، جہاں انہوں نے اپنی شرائط لاگو نہ کی ہوں۔ ابھی قریب ہی میں ایف اے ٹی ایف کی فہرست دیکھ لیں، گھریلو تشدد بل یا ٹرانس جینڈر بل، یہ سب غیر ملکی مطالبات کی مثالیں ہیں، ہوتا یہ ہے کہ مغرب اپنی غلیظ تہذیب کو پاکستانی مسلمانوں پر مسلط کرنے کی غرض سے ہر مطالبہ سے پہلے ڈالروں کی چمک اور جھنکار میں کہتا ہے کہ یہ بل منظور کرلو، ہم اتنے ڈالر بطور

قرض دے دیں گے۔ ادھر ہمارے وزراء، مشیر، حکمران اور بیوروکریسی اپنی حکومت کو طول دینے اور اسے بچانے کی غرض سے ان کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں اور ان کے مطالبات پورے کرتے جاتے ہیں، نہ ان کو نظریۂ پاکستان کی پرواہے، نہ آئین کی پرواہے اور نہ ہی اسلامی اور مشرقی تہذیب کی پرواہے، ان کی کوشش رہتی ہے کہ اسلام ہاتھ سے جاتا ہے تو جائے، مشرقی تہذیب تباہ ہوتی ہے تو ہو جائے، خاندان بکھرتے ہیں تو بکھر جائیں، لیکن مغرب ہم سے ناراض نہ ہو، اسی کا شاخسانہ ہے کہ اب اسکولوں میں اسلامیات، قادیانی، عیسائی، ہندو، سکھ اور دوسرے غیر مسلم پڑھایا کریں گے، جیسا کہ شعبہ اسلامیات، سندھ یونیورسٹی جامشورو کے ڈاکٹر بشیر احمد رند نے اس کی نشان دہی کی ہے اور کہا ہے کہ: سندھ پبلک سروس کمیشن نے تازہ سبجیکٹ اسپیشلسٹ ٹیچرز کی بھرتی کے لیے اشتہار دیا ہے، جس میں شعبہ اسلامیات میں تقرری کے لیے چار پوسٹیں مائنارٹیز (اقلیتوں) کے لیے مخصوص کی گئی ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اب یہودی، عیسائی، ہندو، سکھ، بدھ، زرتشت، اور قادیانی بھی اسلامیات پڑھائیں گے۔ کالج و یونیورسٹی سے وابستہ سب لوگوں کو معلوم ہے کہ اسلامیات میں ماسٹرس مسلمانوں کے ساتھ صرف قادیانی کرتے ہیں، دوسرے غیر مسلم اسلامیات میں داخلہ ہی نہیں لیتے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اب ہمارے مسلمان بچوں کو قادیانی اسلامیات پڑھائیں گے، جو مسلمانوں کے متفقہ عقیدے ختمِ نبوت کے منکر ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب کوئی قادیانی ٹیچر اسلامیات پڑھائے گا تو اپنے عقائد و نظریات کا پرچار کرے گا اور مسلمانوں کے بچوں کو قادیانی بنانے کی کوشش کرے گا، پھر اس کے نتیجے میں بہت خطرناک صورتحال پیدا ہوسکتی ہے۔ بچوں، ان کے والدین اور دینی حلقوں کی طرف سے سخت مزاحمت ہوسکتی ہے جس کے بہت بھیانک نتائج نکل سکتے ہیں۔ لہٰذا ہم سیکریٹری ایجوکیشن سندھ، سندھ پبلک سروس کمیشن کی اتھارٹی، حکومت سندھ اور مقتدر شخصیات سے گزارش کرتے ہیں کہ شعبہ اسلامیات میں مائنارٹیز (اقلیتوں) کے کوٹا کو ختم کریں۔ دوسری صورت میں اس کے بہت خطرناک نتائج نکل سکتے ہیں۔ امید ہے کہ ہماری گزارش پر سنجیدگی سے سوچا جائے گا۔

یہ بہت ہی نازک اور خطرناک صورت حال ہے جس کی نشان دہی کی گئی ہے، اگر اس کے سامنے بند نہ باندھا گیا تو ہماری نوجوان نسل کے دین و ایمان کی حفاظت کی کوئی گارنٹی نہیں رہے گی۔ اس کے ساتھ ساتھ شنید یہ بھی ہے کہ صوبہ سندھ کے اسکولوں میں بچوں کو ناچ گانے سکھانے کے لیے بھی میوزک ٹیچرز کی بھرتی کی جارہی ہے، جب کہ قرآن کریم کے اساتذہ اور عربی ٹیچر کے اساتذہ کی بھرتی پر پابندی ہے۔ اب بتایئے کہ یہ حکمران اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کررہے ہیں یا مغرب اور مغربی تہذیب کی؟ اللہ تعالیٰ ہمارے حکمرانوں کو عقل سلیم نصیب فرمائے اور انہیں اسلام، نظریۂ پاکستان اور اسلامی تہذیب کے موافق پالیسی بنانے اور فیصلے کرنے کی توفیق سے نوازے، آمین

گستاخانہ مواد کی تشہیر کو روکنے پر لاہور ہائیکورٹ کا فیصلہ

اور وفاق کی سابقہ وموجودہ حکومت کے کارنامے

۹؍جون ۲۰۲۱ء کو لاہور ہائی کورٹ نے مختلف درخواستوں پر ایک اہم فیصلہ دیا کہ ختمِ نبوت کی اہمیت کے متعلق مواد کو نصاب کا حصہ بنایا جائے اور ختمِ نبوت کے عقیدے سے متعلق عوام الناس میں آگاہی پیدا کی جائے۔ حضور ﷺ آخری نبی ہیں، اس اہم ترین عقیدے کے بارے میں ماسٹر لیول تک مضامین کو لازمی پڑھایا جائے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ عدالتی احکامات پر پورا پورا عمل کیا جاتا، اس لیے کہ اس فیصلے میں کوئی ایسی بات موجود یا نظر نہیں آتی، جس پر یہ کہا جاسکے کہ اس فیصلے کو کالعدم قرار دیا جائے، لیکن ہو یہ رہا ہے کہ سابقہ وفاقی حکومت نے اس کو کالعدم کرانے کے لیے تین اپیلیں دائر کیں اور موجودہ حکومت نے بھی ان کو واپس لینے کی بجائے ان کی پیروی کرنا شروع کر دی۔ جون ۲۰۲۱ء میں فیصلے کے وقت پی ٹی آئی کی حکومت تھی۔ پی ٹی آئی نے یکم اکتوبر ۲۰۲۱ء کو سپریم کورٹ میں جاکر اس فیصلے کو کالعدم قرار دینے کے لیے تین اپیلیں جمع کرائیں۔ پھر طرفہ تماشا یہ کہ پی ٹی آئی کی حکومت کے جانے کے بعد موجودہ حکومت آئی تو اس حکومت نے سابقہ حکومت کی طرف سے دائر اپیلوں کی پیروی اسی طرح کرنا شروع کر دی، جس طرح سابقہ حکومت کر رہی تھی۔ گویا اس اہم ترین فیصلے کو کالعدم قرار دلوانے پر سابقہ وموجودہ حکومت ایک پیج پر ہیں۔ تشویشناک امر یہ ہے کہ اسلام کے نام پر بننے والے اسلامی ملک میں ایک اسلامی حکومت تحفظِ ناموسِ رسالت کے متعلق فیصلے کو کالعدم قرار دلوانے پر کیسے سپریم کورٹ میں اپیل دائر کرسکتی ہے؟ پھر ان اپیلوں پر ۱۸؍نومبر ۲۰۲۲ء کو سماعت تھی اور کسی کے علم میں بھی نہیں تھا کہ سماعت ہے۔ اب ۲۱؍نومبر ۲۰۲۲ء کو سماعت ہوئی ہے۔ ان خطرناک عزائم کے پیچھے کون ہے؟ اور کن لابیوں کی کارستانیاں اور دباؤ ہے؟ جن کی وجہ سے حکومت کے بدلنے کے باوجود بھی ان اپیلوں کی پیروی حکومت کرنے پر مجبور ہے؟

ہم تمام قارئینِ بینات، علماء وخطباء کرام اور دینی وسیاسی جماعتوں کے علاوہ تمام مسلمانوں سے بڑی دل سوزی اور دردِ دل سے یہ التماس اور گزارش کرتے ہیں کہ اپنی تمام سیاسی وابستگیوں سے بالاتر ہوکر اس خطرناک کھیل پر منبر ومحراب، عوامی حلقوں اور اپنے اپنے پلیٹ فارم پر بھرپور آواز اُٹھائیں، تاکہ حکومت ان اپیلوں کے واپس لینے پر مجبور ہوسکے، وما ذٰلك على الله بعزيز.

وصلى الله تعالىٰ على خير خلقهٖ سيدنا محمد و على آلهٖ و صحبهٖ أجمعين

سلسلۂ مکاتیب حضرت بنوریؒ

مکاتیب حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی رحمہ اللہ

بنام حضرت بنوری رحمہ اللہ

انتخاب: مولانا سید سلیمان یوسف بنوری

مکتوب محدثِ کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی رحمہ اللہ بنام حضرت بنوری رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۲۹ رربیع الآخر سنہ ۱۳۸۱ھ

عمدة الأفاضل ونخبة الأماثل، صديقي الوفي الكريم مولانا محمد يوسف البنوري

متّعنا الله بحياته في عافية!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمدللہ بخیر ہوں، اور آپ کی خیریت وعافیت کے لیے دست بدعا، اثنائے سفرِ حجاز میں خط لکھنے کا جو تقاضا آپ نے کیا تھا، بار بار یاد آیا، لیکن علالت اور کچھ دوسری الجھنوں میں امتثالِ امر سے اب تک قاصر رہا، یہ بھی دریافت نہیں کرسکا کہ آپ نے میرے بعد دمشق کا سفر کیا یا نہیں؟ اور وہاں سے کیا ''طُرَف'' (نادر کتابیں) ساتھ لائے؟ اس سفر میں آپ کی طرف سے جس ''مروّت وکرم'' کا ظہور اس ناچیز کے حق میں ہوا، اس کے لیے بدل وجان ممنون ہوں، حق تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

الحاج مولانا محمد بن موسیٰ میاں بہت دنوں سے ''مصنف عبدالرزاق'' پر کام کرنے کے لیے مجھ کو لکھ رہے ہیں، پہلے تو میں کمزوریِ صحت کی بنا پر بالکل آمادہ نہیں تھا، لیکن اب مختلف احباب کی خواہش کی وجہ سے کچھ آمادہ ہورہا ہوں، بشرطیکہ کوئی معاون ساتھ ہو، معاون کے لیے ۵۰-۶۰ روپے ماہوار تجویز ہورہے ہیں، مگر اس تنخواہ پر کوئی کام کا معاون دستیاب ہونا متعذر ہے، اس سلسلہ میں موصوف کو کچھ آپ بھی رہ نمائی کریں تو شاید جلد کام شروع ہوجائے، ابھی تو موصوف شش وپنج میں ہیں۔

دیوبند سے ’’أنوار الباري‘‘ کا مقدمہ پہنچا ہوگا، اس کی نسبت جناب کے کیا تاثرات ہیں؟ الجامعة الإسلامية (مدینہ یونی ورسٹی) کے قیام کا فرمان تو شاہ سعود نے جاری کردیا، اس فرمان پر عمل کب سے شروع ہورہا ہے؟ اور طلبہ کے داخلہ کی کیا صورت تجویز ہورہی ہے؟ کچھ معلوم ہو تو لکھیے۔ شرح یا تعلیقاتِ ترمذی (معارف السنن) کے باب میں کیا ہورہا ہے؟ اس کی طباعت تو بے توقف شروع ہوجانی چاہیے۔

والسلام

حبیب الرحمٰن الاعظمی

---

۲۱ / جمادی الاخریٰ سنہ ۱۳۸۱ھ

جليل المآثر، وارث العلوم والمعارف كابرًا عن كابرٍ، زاده الله عزًّا وكرامةً!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

والا نامہ شرفِ صدور لایا، بڑی مسرت ہوئی، حق تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے، ’’مصنف عبدالرزاق‘‘ کے باب میں ’’ناپ تول‘‘ کا سلسلہ جاری ہے، مجھے لکھا تھا کہ: ’’اگر بصورتِ وظیفہ، ڈیڑھ دوسو پہنچتے رہیں، جس میں آپ کے لیے سوڈیڑھ سو کا گزارہ ہو، اور پچاس ساٹھ کا کوئی صاف نویس معاون ساتھ رہے الخ‘‘ میں نے لکھا کہ: ’’اچھا تو یہ ہے کہ میرا کام بلا معاوضہ رہنے دیجیے، باقی رہا معاون تو ایسا معاون جو میرے کام میں مدد دے سکے (یعنی صرف مسودہ نقل کرنے والا نہ ہو)، پچاس ساٹھ میں یہاں نہ ملے گا، مشکوٰۃ، جلالین وہدایہ پڑھانے والے یہاں سوا سو پاتے ہیں، اس سے کم استعداد کا معاون ساتھ رکھ کر کیا کروں گا؟ اور اگر میرے باب میں بھی معاوضہ پر اصرار ہو تو میں نے آپ کا نام لیا کہ ان سے مشورہ کرلیجیے، وہ جو فرمائیں گے میں قبول کرلوں گا۔‘‘ اس کا کوئی جواب نہیں آیا۔

’’أنوار الباري‘‘ کے باب میں میرا تأثر بھی وہی ہے جو آپ کا ہے، میں نے کچھ غلطیوں کی نشان دہی کردی ہے، کچھ مخلصانہ مشورے دے دیئے ہیں، مگر صحیح بات وہی ہے کہ جو آپ نے لکھی ہے کہ کام بہت اہم اور بڑی ذمہ داری کا ہے، ایسی ذمہ داری جس سے عہدہ برآ ہونا آسان نہیں ہے۔ خدا کرے ’’معارف السنن‘‘ کی اشاعت کا جلد سامان ہوجائے، ’’تحفة الأحوذي‘‘ کی پہلی جلد کی نسبت سنا تھا کہ مصر میں چھپنے والی ہے، ناشر وطابع کا نام معلوم نہیں ہوا۔ محمد نمنگانی سے میری خط وکتابت نہیں ہے، میری رائے میں سردست اور کچھ نہیں ہوسکتا تو تنقیدات کے جواب ’ضمیمہ ہی کے طور پر چھپ جائیں، اور اس کام کی ذمہ داری خود آپ قبول فرمائیں۔ مولانا عبدالرشید صاحب نعمانی کا پتہ مجھے معلوم نہیں ہے، اس مجبوری سے اس لفافہ میں ان کے نام بھی ایک خط بھیج رہا ہوں، اگر ان تک

بھجوانے کی زحمت فرمائیں تو کرم ہوگا۔ حبیب الرحمٰن الاعظمی

باسمہٖ سبحانہ

مئو، اعظم گڑھ ۱۸ جولائی ۱۹۶۷ء

إلی الأستاذ الخبیر الفاضل مولانا محمد یوسف البنوري زاده الله عزًّا!

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته!

آپ کی خوش قسمتی ہے کہ سال بہ سال زیارتِ حرمین کی سعادت حاصل کر لیتے ہیں، میں تو بے خبر تھا، جب میں نے ''کتاب الزهد'' آپ کے نام بھجوائی، اس وقت علم ہوا، حق تعالیٰ مبارک فرمائے، اور ہم کو بھی یہ دولت نصیب کرے۔ ''کتاب الزهد'' پر ہر تبصرہ نگار سے زیادہ آپ کے تبصرہ کا انتظار ہے، اس سے میری حوصلہ افزائی کے علاوہ امید ہے کہ اس کے اقتناء (حصول) کا شوق بھی اہلِ علم کے دلوں میں پیدا ہوگا، اور ''مجلسِ احیاء المعارف'' کا بارکسی حد تک ہلکا ہو جائے گا، ارکانِ مجلس بھی آپ کے تبصرہ کے لیے چشم براہ ہیں، (آپ کے) دفتر سے (حسبِ دستور برائے تبصرۂ کتب) مکرر نسخہ کا مطالبہ مالیگاؤں پہنچا تھا، ناظمِ مجلس بہت ادب کے ساتھ معذرت خواہ ہیں کہ کتاب کی تیاری پر بہت لاگت آئی ہے، مکرر نسخہ مجلس پر بار ہوگا، محض از راہِ لطف وکرم ایک ہی نسخہ قبول فرما کر تبصرہ فرمادیں تو یہ مجلس کی اعانت ہوگی، مجھے اُمید ہے کہ دفتر کے کارکن حضرات اس معذرت کو قبول فرمائیں گے۔ عزیزم مولانا محمد طاسین سلمہ نے ''معارف السنن'' جلد سوم کی خوش خبری لکھی تھی، یہ جلد کن ابواب تک پہنچی ہے؟ اب کے سفر میں آپ کو کونسا نادر علمی تحفہ حاصل ہوا؟ اشارہ فرمائیں گے۔ کویت والوں نے فقہی انسائیکلو پیڈیا (الموسوعة الفقهية الكويتية) کی تیاری میں قلمی حصہ لینے کے لیے مجھ کو بھی لکھا ہے۔ کبھی کبھی خیر وعافیت سے مطلع فرمادیا کریں تو بہت زیادہ موجبِ مسرت ہوگا، اُمید ہے مزاج بخیر ہوگا۔

والسلام: حبیب الرحمٰن الاعظمی

بقلم رشید احمد

خادم رشید احمد مفتاحی (راقمِ سطور) بھی مؤدبانہ سلام پیش کرتے ہوئے دعائے خیر کا آرزومند ہے۔

نوٹ: یہ مکتوب کارڈ کی صورت میں ہے، جس پر پتہ یوں درج ہے: ''بگرامی خدمت حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری، مدرسہ اسلامیہ عربیہ، نیوٹاؤن کراچی نمبر Karachi:5 (W.Pakistan)''

..... ❀ ..... ❀ ..... ❀ .....

طلبہ کرام کے لیے چند مفید نصائح!

خطاب: مفتی رضاء الحق
دار العلوم زکریا، جنوبی افریقہ

مورخہ ۸ /ربیع الاول ۱۴۴۴ھ مطابق ۵ /اکتوبر ۲۰۲۲ء بروز بدھ حضرت مفتی رضاء الحق صاحب مدظلہٗ (جامعہ کے متخصص و سابق استاذ و حال شیخ الحدیث ورئیسِ دار الافتاء دار العلوم زکریا، جنوبی افریقہ) پاکستان کے سفر کے دوران جامعہ تشریف لائے۔ اس موقع پر حضرت نے جامعہ کی مسجد میں اساتذہ وطلبہ سے ایک علمی خطاب فرمایا، جسے جامعہ کے تخصص فی الدعوۃ والارشاد کے طالب علم مولوی آصف ملک نے ریکارڈنگ سے کاغذ پر منتقل کیا ہے۔ افادۂ عام کی غرض سے ہدیۂ قارئین کیا جارہا ہے۔ **(ادارہ)**

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم . . . نحمدہٗ ونصلي ونسلم علی رسولہ الکریم وعلی آلہٖ وصحبہٖ أجمعین، أما بعد:

محترم علماء کرام اور طلباء کرام!

حضرت مولانا احمد بنوری حفظہ اللہ تعالیٰ ورعاہ نے میرے بارے میں جو فرمایا، یہ ان کا حسنِ ظن ہے، جو بعض کتابوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف یہ قول منسوب کیا گیا ہے (۱) اور بہت اچھا قول ہے کہ جب سامنے کسی کی تعریف کی جائے تو وہ یہی کلمات کہہ دے: ’’اَللّٰھُمَّ لَاتُؤَاخِذْنِيْ بِمَا یَقُوْلُوْنَ‘‘ اے اللہ! میری پکڑ نہ کر اس پر جو یہ لوگ میری تعریف فرماتے ہیں۔ ’’وَاغْفِرْ لِيْ مَالَایَعْلَمُوْنَ‘‘ اور میرے بخش دے وہ گناہ جو یہ نہیں جانتے اور میں جانتا ہوں۔ ’’وَاجْعَلْنِيْ کَمَا یَظُنُّوْنَ. ‘‘ یہ تیسرا جملہ بہت اچھا ہے، اے اللہ! مجھے اس طرح بنادے جیسا کہ ان حضرات کا گمان ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ اساتذہ کرام جو آپ کا امتحان لیتے ہیں، آپ کے لیے پرچے بناتے ہیں، اور پرچے دیکھتے ہیں اور محنت کرتے ہیں، اس کا مقصد یہ ہے کہ آپ امتحان کے ذریعے سے اور پاس ہونے

کے ذریعے سے اونچے درجے پر پہنچیں، اگر ایک پاس طالب علم سو فیصد نمبر لے چکا ہو، اور پچانوے فیصد نمبر لے چکا ہو، اور جو اساتذہ کرام ہیں، اسی کتاب میں ان کے اسی فیصد نمبر ہوں تو وہ استاذ خوش ہوگا، وہ کہے گا کہ: الحمدللہ میرا شاگرد مجھ سے آگے بڑھ گیا، اور باپ بیٹے کی طرف سے کیسے خوش ہوتا ہے؟ باپ اگر چوکیدار ہے تو وہ چاہتا ہے کہ میرا بیٹا آفیسر بن جائے، ڈاکٹر بن جائے، عالم بن جائے، مفتی بن جائے، قاضی بن جائے، وہ یہ نہیں کہے گا کہ میں چوکیدار ہوں تو میرا بیٹا بھی چوکیدار بنے۔ یہی اساتذہ کرام آپ کے استاذ ہیں، مربی بھی ہیں، اور معلم بھی ہیں، والد یا والدین صرف مربی ہوتے ہیں، اور ان کی تربیت بھی بے چاروں کی ناقص ہوتی ہے، بچے ان کے کنٹرول میں نہیں ہوتے، اور جو آپ کے اساتذہ کرام ہیں، وہ آپ کے معلم بھی ہیں، اور مربی بھی ہیں، وہ آپ کے بالوں کو دیکھیں گے کہ آپ کے بال شریعت کے موافق ہیں یا نہیں؟ آپ کی قمیص کو دیکھیں گے، آپ کی شلوار کو دیکھیں گے کہ ٹخنوں سے نیچے ہے یا نہیں؟ اور اگر ہو تو پھر حکم دیں گے کہ کاٹنا چاہیے اور اوپر کرنا چاہیے، وہ آپ کے چہرے کو دیکھیں گے کہ داڑھی کے ساتھ آپ کیا عمل کرتے ہیں؟ وہ آپ کی آنکھوں کو دیکھیں گے یہ کہاں استعمال ہورہی ہیں؟ آپ کے کان کہاں استعمال ہورہے ہیں؟ آپ کے ہاتھ کہاں استعمال ہورہے ہیں؟ آپ کے پیر کہاں استعمال ہورہے ہیں؟ تو یہ اساتذہ کرام آپ کے معلم بھی ہیں اور آپ کے مربی بھی ہیں۔

واقعہ

اور میں یہ واقعہ بیان کرتا ہوں، ہندوستان میں ایک شاعر تھا، وہ اسٹیج سیکرٹری میں بڑا ماہر تھا، وہ سکھ تھا، مہندر سنگھ بیدی غالباً نام تھا، تو ایک مشاعرہ میں ایک شاعر کو اسٹیج پر بلا رہا ہے، اس شاعر کا لقب وتخلص تھا ''عرش''، تو اس نے اس شاعر کے بلانے کے لیے ایک شعر کہا جو بہت اچھا شعر ہے، کہا کہ:

اب تمہیں معجزہ دکھاتا ہوں
عرش کو فرش پر بٹھاتا ہوں

تو اس شعر کو تو چھوڑ دیجئے اور اس کی جگہ ہم کہیں گے کہ:

یہ اساتذہ کرام، یہ کرامت تمہیں دکھاتے ہیں اور فرش کو عرش سے ملاتے ہیں۔

آپ کو فرش سے عرش پر ملاتے ہیں، قرآن کریم عرش سے اُترا ہے، وحی عرش سے اُتری ہے، تو آپ کو وحی سے ملاتے ہیں، تو یہ اساتذہ کرام اس پر خوش ہیں کہ ہمارے نمبر تو ہو گئے اسی فیصد، اور ماشاءاللہ! ہمارے تلامذہ اور ہمارے شاگردوں نے نوے فیصد نمبرات لیے ہیں۔

واقعہ

ایک واقعہ سنا کر بات ختم کرتا ہوں۔ کہتے ہیں کہ تقی الدین سبکی کے صاحبزادے تھے بہاء الدین سبکی، کسی نے تقی الدین سبکی سے کہا کہ آپ کے بیٹے کا درس آپ کے درس سے اچھا ہے، آپ کا بیٹا بہترین درس دیتا ہے، آپ سے بھی اچھا، تو اس نے ایک شعر کہا جو مختلف الفاظ میں منقول ہے، لیکن اس کے کچھ الفاظ یوں بھی ہیں:

دُرُوْسُ اِبْنِيْ خَيْرٌ مِّنْ دُرُوْسِ أَبٍ
فَذَاكَ مِنْ اَبِيْهِ غَايَةُ الْاٰمَلِ (۲)

''لوگ کہتے ہیں بیٹے کا درس باپ سے بھی اچھا ہے، اور یہ تو والد کی انتہائی اور بہت اعلیٰ درجہ کی تمنا ہے کہ میرا بیٹا مجھ سے آگے بڑھ جائے۔''

یہی اساتذہ کرام چاہتے ہیں کہ آپ کا درجہ، آپ کا مرتبہ اپنے اساتذہ سے بلند ہو جائے، جیسے باپ چاہتا ہے کہ میرا بیٹا مجھ سے آگے بڑھے، اس لیے اپنے اساتذہ کو اگر خوش کرنا یا ان کے دلوں کو سکون پہنچانا مقصود ہو تو اچھی طرح محنت کریں۔

بِقَدْرِ الْكَدِّ تُكْتَسَبُ الْمَعَالِيْ
وَمَنْ طَلَبَ الْعُلَا سَهِرَ اللَّيَالِيْ
تَرُوْمُ الْعِزَّ ثُمَّ تَنَامُ لَيْلاً
يَغُوْصُ الْبَحْرَ مَنْ طَلَبَ اللَّآلِيْ
وَمَنْ طَلَبَ الْعُلٰى مِنْ غَيْرِ كَدٍّ
اَضَاعَ الْعُمْرَ فِيْ طَلَبِ الْمُحَالِ (۳)

ویسی ہی عمر ضائع کریں گے اگر بغیر محنت کے پڑھیں گے، بغیر محنت کے تو کام نہیں چلتا۔ ''لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ'' (سورۃ البلد: ۴) آپ پڑھتے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ نے قسمیں کھائیں کہ مکہ مکرمہ کو دیکھو شاہد کے طور پر، گواہی کے طور پر، ''لَا أُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ'' مکہ مکرمہ میں کتنی محنت اٹھائی گئی، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، والد اور ولد کو دیکھو کہ والدین کتنی مشقت اٹھاتے ہیں، یہ بھی ایک گواہی ہے اور استشہاد ہے، اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ: ''لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ'' انسان کو تو ہم نے مشقت کے اندر ڈوبا ہوا پیدا کیا ہے۔ ''كَبَد'' اصل میں ''كَبِدَ يَكْبَدُ'' (باب) ''سَمِعَ يَسْمَعُ'' سے ہے، جگر کے درد کو کہتے ہیں۔ جگر کا درد، دل کا درد بہت سخت ہوتا ہے، اتنا سخت ہوتا ہے کہ آدمی مر جاتا ہے، تو سخت

مشقت کو ’’کَبد‘‘ کہتے ہیں کہ یہ انسان سخت مشقت کے لیے پیدا کیا گیا ہے، تو اللہ تعالیٰ (علم کی خاطر) مشقت (برداشت کرنے) کی توفیق عطا فرمائے۔

چند مفید کتب

پیارے بچو! حضرت مولانا علی میاں فرماتے تھے اور حضرت مولانا مسیح اللہ صاحب بھی فرماتے تھے: علم میں اخلاص ہونا چاہیے اور اختصاص ہونا چاہیے۔ اخلاص تو ہے ہی ضروری، اور اختصاص کا مطلب ہے کہ آدمی اسپیشلائزیشن کو حاصل کرے، تخصص کو حاصل کرے ہر فن میں، تخصص فی الفقہ، خصوصاً تخصص فی الحدیث، تخصص فی التفسیر، اس میں خوب تخصص حاصل کرنا چاہیے، ہمارے اکابر حضرت مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: فقہ میں طالب علم کو ’’تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق‘‘ کا مطالعہ کرنا چاہیے، بہت مفید کتاب ہے، اور مولانا سعید احمد پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ: فقہ میں ’’ملتقی الأبحر‘‘ کا مطالعہ کرنا چاہیے، اور آج کل جو ’’ملتقی الأبحر‘‘ ہے، اس پر وہبی سلیمان غاوَجی کی بہترین تعلیقات آئی ہیں جن میں ہمارے اکابر کے علوم کو جمع کیا گیا ہے۔

اور ہمارے جامعہ (بنوری ٹاؤن) کے فاضل مولانا امین اورکزئیؒ جو یہاں کے استاذ تھے، وہ فرماتے تھے کہ: طالب علم کو ’’شرح النقاية‘‘ جو ملا علی القاریؒ کی کتاب ہے، بمع تعلیقات کے آج کل آئی ہے، اس کا مطالعہ کرنا چاہیے، اور اسی طرح آج کل جو ’’تنویر الأبصار‘‘ جو درِمختار کا متن ہے، اس پر ایک پرانے ترکی عالم نے شرح لکھی ہے جو کہ چھپ گئی ہے: ’’الجوهر المنير في شرح التنوير‘‘ جب تخصص والے تخصص کرتے ہیں تو اس کا مطالعہ بھی کرنا چاہیے، اس لیے کہ ’’تنویر الأبصار‘‘ کا متن مشابہ بالفتاویٰ ہے، اس میں فتاویٰ کی باتیں بھی آتی ہیں اور متن بھی ہے۔ ابھی ان شاء اللہ انعامات کی تقسیم ہوگی۔

اتفاق کی بات یہ ہے مجھے اپنا کلام یاد نہیں رہتا[۴]، ایک شاعر فارسی کا شعر کہتا ہے کہ:

ما هرچه خوانده ایم فراموش کرده ایم
الا حدیثِ یار که تکرار می کنیم

جو کچھ ہم نے پڑھا تھا، لکھا تھا، تقریباً سب بھول گئے ہیں، الا حدیث یار، یار کی حدیث قرآن وحدیث مبارکہ کے ساتھ تعلق ہے، بس اسی کا تکرار کرتے ہیں، بس افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ مجھے اپنا کلام یاد نہیں ہوتا، اس لیے میں معذور ہوں، حضرت (مولانا احمد یوسف بنوری مدظلہٗ) سے معذرت کرتا ہوں، ہمارے محترم ہیں، ہمارے شیخ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے ہیں۔ اور ایک واقعہ میں سناتا ہوں مجھے ایک واقعہ یاد آیا۔

حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت کا واقعہ

یہ حضرت مولانا یوسف بنوری رحمہ اللہ کی کرامت ہے، ہمارے مہتمم مولانا شبیر صاحب جب تیسرے یا چوتھے درجے میں پڑھتے تھے، حضرت مولانا صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، یہاں سبزہ تھا جہاں حضرتؒ کی مجلس لگتی تھی، اس سبزہ میں حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، حضرتؒ بیان فرماتے تھے، کبھی واقعات سناتے تھے، جب بھی ہمارے مہتمم مولانا شبیر احمد حضرتؒ کے پاس آتے تھے تو حضرتؒ ان سے کہتے تھے کہ شبیر! تم مدرسہ کب قائم کروگے؟ تمہارے مدرسہ کا کیا بنا؟ وہ حیران ہوتے تھے، اس زمانے میں ساؤتھ افریقہ میں مدرسے کا تصور بھی نہیں تھا، مدرسہ کا ماحول بھی نہیں تھا، ہندوستان و پاکستان میں وہاں سے لڑکے آتے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو توفیق دی، مدرسہ قائم ہوا، وہ مہتمم بن گئے، اس کے بعد پتہ چلا، یہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت تھی کہ وہ مدرسے کو اس زمانے میں کشف کی نگاہ سے دیکھتے تھے، جس زمانے میں کسی مدرسے کا وجود وہاں نہیں تھا، گویا کہ یہ مدرسہ (مدرسہ دار العلوم زکریا، ساؤتھ افریقہ) جس میں ہم ہیں، یہ مدرسہ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت ہے۔ (آخر میں حضرت مفتی صاحب نے دعا کروائی۔)

حواشی وحوالہ جات

۱: مذکورہ قول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت علی، حضرت عمر بن عبداللہ مولی غفرہ رضی اللہ عنہم کی طرف بھی منسوب ہے، اور امام بیہقی، ابن حجر، ابن بطال، اور ابن الملقن رحمۃ اللہ علیہم نے اس قول کو بعض سلف کی طرف منسوب کیا ہے، اور بعض کتابوں میں ''عن رجل'' کے ساتھ منقول ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: كتاب الزهد والرقاق لابن المبارك (ج:١٤/ ٢). شعب الإيمان (٦/٥٠٤). كنز العمال (١٢/٧٦٥). شرح سنن أبي داؤد لابن رسلان (١٨/٤٧٧). فتح الباري لابن حجر (١٠/٤٧٨). شرح صحيح البخاري لابن بطال (٨/٤٨). تهذيب الأسماء واللغات للنووي (٢/١٩٠). التوضيح لابن الملقن (١٦/٦٠١)، السراج المنير شرح الجامع الصغير (٢/٢٢٧). إحياء علوم الدين (٤/٢٧٧)۔

٢: الدرر الكامنة في أعيان المأة الثامنة لابن حجرؒ: ١/٢٤٩، ط: مجلس دائرة المعارف العثمانية.

٣: ديوان الإمام الشافعي بتحقيق الدكتور محمد عبدالمنعم خفاجي، قافية القاف، تحت العنوان "طريق المعالي" (ص:١٠٨)، ط: مكتبة الكليات الأزهرية.

۴: تقسیمِ انعامات کے بعد حضرت مولانا سید احمد یوسف بنوری مدظلہٗ نے حضرت سے اپنے کلام میں سے کچھ سنانے کی درخواست پیش کی تو حضرت مفتی صاحب نے یہ جواب دیا۔

کارٹون اور ویڈیو گیم

ہماری نسلوں کے لیے مہلک زہر

خطاب: جناب فیروز عبداللہ میمن

کارٹون دیکھنا کیسا ہے؟

جب کوئی خط میں مجھ سے پوچھتا ہے کہ ہم ویڈیو گیم کھیل سکتے ہیں یا کارٹون دیکھ سکتے ہیں؟ تو میں ان سے پوچھتا ہوں کہ آپ نے کیا بننا ہے؟ ان کا جواب آتا ہے کہ ہمیں اللہ والا بننا ہے۔ پھر میں ان سے پوچھتا ہوں کہ آپ نے کسی اللہ والے کو گیم کھیلتے ہوئے دیکھا ہے؟ کیا کبھی دیکھا ہے کہ مریدین شیخ کے انتظار میں ہوں اور وہ کہے کہ مجھے ابھی بیس ہزار کا اسکور پورا کرنے دو، پھر مجلس ہوگی؟!

کارٹون کے بارے میں تو مفتی صاحبان کی طرف سے حرام کا فتویٰ ہے، دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ میرے پاس موجود ہے، لیکن پھر بھی بعض لوگ اپنی اولاد کو کہتے ہیں کہ بیٹا! کارٹون دیکھتے رہو، مجھے تنگ مت کرو!

ویڈیو گیم کی تھوڑی سی بھی گنجائش دینے کا نقصان

ایک دوست ہیں جو عالم بھی ہیں، انہوں نے اپنے بچوں کو بیس منٹ ویڈیو گیم کھیلنے کی اجازت دے دی، میں نے انہیں سمجھایا کہ بیس منٹ میں ویڈیو گیم کون چھوڑتا ہے؟ آپ کے چار بچے ہیں، پہلے بچے کے بیس منٹ شروع ہوئے تو باقی تین بچے وہیں بیٹھے ہوں گے، گیم کھیلنے کے دوران ماں بار بار آواز دے گی کہ بیٹا! کھانا کھالو، بہت دیر ہوگئی ہے، ایسے وقت بچے کھانا کیوں کھائیں گے؟ ابھی اس کا چار ہزار اسکور ہوا ہے، جبکہ پہلے بچے کا آٹھ ہزار اسکور تھا، اسے یہ ریکارڈ توڑنا ہے، پھر کیا بیس منٹ میں وہ ایک ہی ویڈیو گیم کھیلے گا؟ پھر تین بچوں کے بیس بیس منٹ جمع کریں تو ساٹھ منٹ تو یہی ہو گئے، نماز کا وقت آئے گا تو نماز بھی

نہیں پڑھیں گے، ماں باپ کسی کام کا کہیں گے تو کیا بچہ ویڈیو گیم کھیلنے کے دوران کوئی کام کرے گا؟ ان دوست نے یہ باتیں سن کر توبہ کی اور کہا: ان حالات میں تو ویڈیو گیم کھیلنے ہی نہیں دینا چاہیے۔

ساری رات جاگنا، سارا دن سونا

بچوں کو اسکول وغیرہ سے جو چھٹیاں ملتی ہیں، ایک ایک بچے کا انٹرویو لیں تو معلوم ہوگا کہ ساری رات جاگتے ہیں اور سارا دن سوتے ہیں، جب بچوں کے پاس موبائل ہوگا تو کیا وہ فحش گیم نہیں کھیلیں گے؟ جامعہ بنوری ٹاؤن سے گیمنگ زون کے بارے میں فتویٰ بھی آ گیا ہے، میرے پاس بھی ہے۔ اس میں یہی خرابیاں لکھی ہیں کہ ویڈیو گیم کھیلنے میں نہ دین کا فائدہ ہے نہ دنیا کا، گیم کھیلنے کے دوران استنجا روکنا، نمازیں نہ پڑھنا، دماغ میں ہر وقت ویڈیو گیم کی چیزیں گھومنا۔ اس سے بہتر ہے کہ شرعی لباس میں فٹ بال کھیل لو، کرکٹ کھیل لو یا کوئی اور جائز کھیل کھیل لو، جس میں جسم کی ورزش بھی ہو، مگر ان خرافات کا کوئی فائدہ نہیں۔

بغیر تصویر والے کارٹون دیکھنا کیسا ہے؟

بعض لوگ پوچھتے ہیں کہ بغیر تصویر والے کارٹون دیکھ سکتے ہیں؟ میں کہتا ہوں کہ آج بچے یہ کارٹون دیکھیں گے، کل پھر تصویر والے کارٹون بھی دیکھیں گے، ان کو کیسے روکیں گے؟ کارٹون دیکھنے کے لیے گھر میں کمپیوٹر آئے گا، بڑا موبائل آئے گا، جب آپ گھر پر موجود نا ہوئے تو پھر کیسے کنٹرول کریں گے؟ آپ اس کو الماری میں بند کر کے تو نہیں جائیں گے؟! جب ہم آپ چھوٹے تھے تو اس وقت کیا یہ سب چیزیں تھیں؟ ہمارا آپ کا بچپن ان خرافات کے بغیر کیسے گزر گیا؟

بچوں کے تعلیمی انحطاط کا سبب

ایک شہر سے فون آیا کہ ہمارے مدرسے میں آ کر بیان کریں۔ ہم وہاں گئے، ارادہ تھا کہ پندرہ منٹ کچھ دین کی بات کریں گے، لیکن ایک گھنٹہ کا بیان ہوا۔ وجہ یہ ہوئی کہ وہاں کے مہتمم صاحب نے بتایا کہ ہمارے مدرسہ کا نتیجہ دن بدن گرتا جا رہا ہے، بچے گھر جا کر ویڈیو گیم، کارٹون، فلموں میں لگ جاتے ہیں۔ اچھی بات ہے کہ مالداروں کے بچے بھی حفظ کر رہے ہیں، لیکن ان کو اسمارٹ فون، ٹی وی، لیپ ٹاپ سب کچھ دیا ہوا ہے، جس سے بچے تباہ ہو رہے ہیں۔

حفظِ قرآن میں سخت نقصان کا سبب

جب دماغ میں موبائل ہوگا تو دل میں قرآن پاک کیسے آئے گا؟ آج کل بچے اس لیے حافظ

جلدی نہیں بنتے یا اگر یاد کربھی لیا تو بھول جاتے ہیں، اس کی بھی زیادہ وجہ یہی چیزیں ہیں کہ مدرسے سے آنے کے بعد ٹوپی پھینک کر گیم لے کر بیٹھ جاتے ہیں۔ مدرسہ میں ہوتے ہوئے بھی دل و دماغ ویڈیو گیم میں ہوتا ہے، اب آپ ہی بتایئے! اس کو قرآن پاک کیسے یاد ہوگا؟ اس لیے حفاظ کو اس لعنت سے خاص طور پر دور رکھیں۔

بچے پر کی گئی محنت کو برباد کرنا

ایسے والدین بھی ہیں جو اس دور میں بھی اپنی اولاد کو نیٹ، کارٹون اور ویڈیو گیم سے بچاتے ہیں، لیکن یہی بچے جب نانا، نانی کے گھر جاتے ہیں تو ایک ہی دن میں اتنے دنوں کی محنت برباد کردیتے ہیں، ان بچوں پر شیطان کا حملہ زیادہ ہوتا ہے۔ باپ کا روتے ہوئے فون آتا ہے کہ میں نے بچوں کی تربیت میں اتنی محنت کی اور جب موقع آیا تو اس طرح ہوا۔ ان سے کہتا ہوں کہ مایوس نا ہوں، آج کے دور میں شیطان کے ہر طرف سے حملے ہو رہے ہیں، آپ ننھیال میں کہہ دیں کہ ہم اس شرط پر ننھیال آئیں گے، جب یہ خرافات آپ بند کریں گے، ہمارے بچوں کا شدید نقصان ہوتا ہے۔ کئی گھروں میں خواتین نے ننھیال میں کہا تو ماشاء اللہ! اس پر عمل ہو رہا ہے، جب بیٹی ماں باپ کے گھر آتی ہے تو ان دنوں میں ٹی وی، ویڈیو گیم، کارٹون ہر چیز بند رکھتے ہیں۔

کارٹون اور ویڈیو گیم کے صحت پر مضر اثرات

ہمیں اللہ تعالیٰ نے اس لیے تو نہیں پیدا کیا کہ ہم کارٹون اور ویڈیو گیم میں لگے رہیں۔ آپ یہود و نصاریٰ کی ریسرچ دیکھ لیں کہ کارٹون اور ویڈیو گیم والے بچوں کی صحت کے بارے میں کیا لکھا ہے؟ ان کے دماغ اور بینائی کا کیا حال ہے؟ ان کا وزن کیوں بڑھ رہا ہے؟ کھانا کیوں ہضم نہیں ہوتا؟ ان کا جسم پھول تو رہا ہے، مگر کمزور کیوں ہے؟ ان کی یادداشت کیوں متاثر ہو رہی ہے؟ جوانی میں ہارٹ اٹیک، برین ہیمبرتج، جوڑوں کا درد، بلڈ پریشر کیوں ہو رہا ہے؟ اس کی وجہ کیا ہے؟ وجہ یہ ہے کہ فلم، کارٹون، ویڈیو گیم میں لڑائی دیکھ رہے ہیں، لڑائی اور جوش والے گیم کی وجہ سے بلڈ سرکولیشن بڑھ جاتی ہے، دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی ہے، دل و دماغ پر دباؤ آجاتا ہے۔ ویڈیو گیم اور کارٹون وغیرہ کی وجہ سے ایک ہی جگہ بیٹھے بیٹھے ہمارے بچوں کی نقل و حرکت اور ورزش نہیں ہوتی اور ان کی جسمانی نشوونما شدید متاثر ہوتی ہے۔

پہلے بچے فٹ بال کھیلتے تھے، دوڑ لگاتے تھے جس سے ان کی صحت اچھی رہتی، اب تو بچے اور جوان سب مرجھا ہوئے پھول لگتے ہیں۔ بعض بچے کھانا نہیں کھاتے تو مائیں کارٹون دکھا کر کھلاتی ہیں، اس کا

نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ پھر وہ اس کے عادی بن کر کارٹون دیکھے بغیر کھانا ہی نہیں کھاتے، اس کے علاوہ ضدی بن جاتے ہیں، اس لیے ہرگز ان کی یہ ضد پوری نہ کریں، چند دن تنگ کریں گے، لیکن پھر یہ عادت چھوٹ جائے گی۔ جس چیز سے شریعت نے منع کیا ہے، ہمارے فائدے کے لیے ہی منع کیا ہے۔

ڈراؤنی فلموں اور سنسنی خیز گیم کے نقصانات

آج کل بچے اکثر ڈر جاتے ہیں، رات کو روتے ہیں، کبھی ان کو کچھ نظر آتا ہے، کبھی کچھ، اگر غور کریں تو وجہ یہ نکلے گی کہ ہم نے ان سے رحمت اور حفاظت کے فرشتے خود بھگا دیئے ہیں۔ ویڈیو گیم، کارٹون میں لگا دیا، ان کو ہر چیز تصویر والی لا کر دی، بت نما کھلونے لائے، ان میں موسیقی بجتی ہے، ان سب چیزوں کے پاس تو سرکش شیاطین ہی جمع ہوتے ہیں جو بچوں کو تنگ کرتے ہیں۔ ڈراؤنی فلمیں، سنسنی خیز گیم، گندے مناظر، چڑیل اور جن وغیرہ کے ڈرامے دیکھتے ہیں، دیر تک جاگنے کی وجہ سے نفسیاتی مریض بن جاتے ہیں۔

ڈراؤنے مناظر بچوں اور خواتین کے لیے سخت نقصان دہ ہوتے ہیں، کیونکہ ان کے اعصاب پہلے ہی کمزور ہوتے ہیں، ڈراؤنے مناظر ان کے دماغ پر سوار ہو جاتے ہیں۔ بچہ اگر بیمار ہو جاتا ہے تو صحت کے لیے خوب خرچہ کریں گے، لیکن اسمارٹ فون، کارٹون، ویڈیو گیم گھر سے ختم نہیں کریں گے، جبکہ جس گھر میں تصویر یا کتا ہو، اس گھر میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے، پھر رب کی رحمت کیسے آئے گی؟

کارٹون بینی، ویڈیو گیم، کفّار کی سازش

مفتی محمد شہزاد شیخ نے ایک کتاب ''کارٹون بینی، ویڈیو گیم اور مسلمان بچے''، لکھی ہے۔ بہت اہم کتاب ہے۔ اس میں قرآن وحدیث سے دلائل دیئے ہیں کہ کارٹون حرام ہیں، پھر بتایا ہے کہ ہندوؤں کے بھگوان کرشنا اور ہنومان یہ کارٹون کے ذریعے مسلمان بچوں کے ہیرو بنے ہوئے ہیں۔ ایسے واہیات کارٹون دیکھ کر ہمارے بچے آپس میں کھیلتے ہیں کہ میں کرشنا ہوں، ایک کہتا ہے میں ہنومان ہوں۔ مفتی صاحب نے اس کتاب میں چھ مختلف انداز کے کارٹون اس طرح چھاپے ہیں کہ ان کی تصویر سے چہرے مٹا دیئے ہیں، وہ چھ کارٹون سور کے ہیں۔ اس کے علاوہ بتایا ہے کہ پاکستان میں بچوں کے جومیٹری باکس، بستوں، شرٹوں اور ان کے جوتوں پر یہ سور بنے ہوئے ہیں۔ بچوں کو سور والے کارٹون دکھا رہے ہیں، اب بچے کو کیا معلوم کہ اس کارٹون میں جو ہیرو ہے وہ حرام جانور سور ہے۔ رفتہ رفتہ وہ ایسے ناپاک اور حرام جانور سے مانوس ہو رہے ہیں۔ اس پر بھی ہم سے کہا جاتا ہے کہ بچوں کو کارٹون دیکھنے سے کیوں منع کرتے ہو؟

ایمان کو خطرے میں ڈالنے والی ویڈیو گیم

اب ذرا دل تھام لیجیے! ایسے ویڈیو گیم بھی ہیں جن میں بیت اللہ کی تصویر پر، روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر پر فائرنگ کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ نعوذ باللہ! بعض میں اللہ تعالیٰ کا نام اُلٹا لکھا ہوا ہے، کہیں آیات غلط لکھی ہوئی ہیں اور اس پر نعوذ باللہ! فائرنگ کی جارہی ہے۔ ایک گیم تو ایسا ہے کہ اس میں ایک مسجد سے داڑھی والے نمازی باہر آرہے ہیں جن کو دہشت گرد دکھا کر ویڈیو گیم کھیلنے والا فائرنگ کرتا ہے۔ بعض گیم ایسے ہیں جس میں بت کو سجدہ کرنا پڑتا ہے، جس سے ایمان اور نکاح بھی خطرے میں پڑ جاتا ہے، ان بتوں سے مانگنا پڑتا ہے، نیز ہندوؤں نے اپنے باطل خدا کرشنا، ہنومان وغیرہ کو کارٹون کی شکل میں پیش کیا ہے۔ بچوں کے بیگ، مگ وغیرہ پر ان کی تصویر ہوتی ہے، جس سے بچوں کو ان سے محبت ہوجاتی ہے۔ کفّار نے یہ محنت اس لیے کی تاکہ مسلمان بچوں کے دلوں سے ان چیزوں کی نفرت ختم ہوجائے۔ سور کی شکل والے یہ کھلونے، کتابیں کون چھاپ رہا ہے؟ ہم مسلمان چھاپ رہے ہیں، اللہ سے ڈرنا چاہیے، گناہ میں تعاون بہت خطرناک ہے۔

بچوں کی ماردھاڑ کا اہم سبب

پھر مفتی صاحب نے لکھا ہے کہ ''ٹام اینڈ جیری'' کارٹون کی وجہ سے بچے گھر کی چیزوں کو پھینک رہے ہیں، ایک دوسرے کو مار رہے ہیں، کارٹون میں جو دیکھ رہے ہیں، وہی ان کے دماغ میں بھر رہا ہے، جیسا ان کارٹونوں میں شرارتیں دکھائی جاتی ہیں، ویسا ہی گھر میں کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسی طرح ''سپر مین'' کارٹون کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ بغیر سہارے کے دیوار پر چڑھ جاتا ہے اور بچے اس کی نقل کرتے ہیں، گرتے ہیں، ٹانگ ٹوٹ جاتی ہے۔ یہ بھی بتایا ہے کہ کارٹون ''ٹام اینڈ جیری'' اور ''سپر مین'' پر ۱۹۷۰ء میں بعض ملکوں نے پابندی لگادی کہ ہمارے بچے برباد ہورہے ہیں۔ ان چیزوں کو ہم گناہ ہی نہیں سمجھتے، دکھ تو اس بات پر ہوتا ہے کہ ہم میں جو دیندار ہیں اور بچوں کو دیندار بنانا چاہتے ہیں، وہ بھی ان چیزوں سے اپنی اولاد کو نہیں بچاتے۔ اپنے بچوں کو کارٹونوں کی شکل والے لباس اور نیکریں پہنا رہے ہیں!

کفّار کی مشابہت، کفّار وفساق ہمارے آئیڈیل

فلموں، ڈراموں اور کارٹونوں میں یہود ونصاریٰ، کفّار اور ہندوؤں کا کلچر، ثقافت، لباس، عادات واطوار دیکھ کر لڑکے اور لڑکیاں ہر بات میں ان کی مشابہت کرتے ہیں، جس پر شدید وعید احادیث میں وارد

ہے۔ سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا کہ: جوشخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا، اس کا شمار اسی قوم میں ہوگا، میڈیا نے کرکٹر، فلم اسٹارز کو اتنا اُبھارا، سائن بورڈ پر ان کی بڑی بڑی تصویریں، سڑک کنارے اور چونگیوں پر ان کے مجسمے لگائے کہ آج کا نوجوان یہی سمجھتا ہے کہ یہی لوگ کامیاب ہیں، انہی کو اپنا آئیڈیل سمجھتا ہے۔ حضوراکرم ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور نیک لوگوں سے اتنی محبت نہیں، جتنی ان کفّار سے ہے، اپنا حلیہ بھی ان جیسا بناتے ہیں، سنّت جیسا نہیں بناتے۔ لگتا ہے مدینے والے پیارے پیغمبر ﷺ سے ہمارا کوئی تعلق اور رشتہ ہی نہیں ہے۔

پلک جھپکنے میں نفس کی بدمعاشی

ایک اللہ والے سے کسی نے کہا کہ آپ اسمارٹ فون کیوں نہیں استعمال کرتے؟ انہوں نے فرمایا: یہ ایسا سمندر ہے جس میں مجھے تیرنا نہیں آتا، پھر اس میں بڑے بڑے مگرمچھ ہیں، جن سے بچنا ناممکن ہے، ایسا نہ ہو ڈوب جاؤں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ: ’’وَلَا تَكِلْنِيْ إِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ‘‘، ’’اے اللہ! مجھے پلک جھپکنے کے برابر بھی میرے نفس کے حوالے نہ فرما۔‘‘ اس دعا کا مفہوم اس زمانے میں آسانی سے سمجھ آتا ہے کہ والدین خوش ہوتے ہیں کہ ہمارا بیٹا رات دیر تک کمپیوٹر پر فزکس، کیمسٹری کی اسٹڈی کرتا ہے، حالانکہ وہ تو فلمیں دیکھ رہا ہے، جیسے ہی کسی کو آتے دیکھا تو ایک بٹن دبانے سے کیمسٹری کی کتاب اسکرین پر آ گئی، ذرا اندازہ کیجیے کہ پلک جھپکنے کی دیر میں نفس نے کیسا دھوکہ دیا!

فحش ویڈیو گیم اور فحش کارٹون

پھر آج کل تو فلمیں ہی فحش نہیں ہیں، کارٹون اور ویڈیو گیم تک گندے ہوگئے، جس میں لباس فحش ہوتا ہے، اس میں نازیبا حرکات ہوتی ہیں، جن سے بچوں کی حیا کا جنازہ نکل رہا ہے۔ والدین کہتے ہیں کہ یہ تو کارٹون ہے، اس میں کیا حرج ہے؟ لیکن اس کا بھی بچے کے دماغ پر اثر پڑتا ہے، ان میں غلط خواہش پیدا ہوتی ہے۔ کئی تو قبل از وقت بالغ ہوگئے، پھر جوانی میں شادی کے قابل نہیں رہے۔ یہ سب حقائق ہیں، ایسے نوجوان اس شعر کا مصداق ہوتے ہیں:

طفلی گئی علامت پیری ہوئی عیاں
ہم منتظر ہی رہ گئے عہدِ شباب کے

..... ❀ ..... ❀ ..... ❀ .....

عقیقہ نبی اکرم ﷺ کی سنت!

ڈاکٹر مفتی محمد نجیب قاسمی سنبھلی
فاضل دارالعلوم دیوبند، انڈیا

عقیقہ کے لغوی معنی کاٹنے کے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں نومولود بچہ/ بچی کی جانب سے اس کی پیدائش کے ساتویں دن جو خون بہایا جاتا ہے، اسے عقیقہ کہتے ہیں۔ عقیقہ کرنا سنت ہے، رسول اللہ ﷺ اور صحابۂ کرامؓ سے صحیح اور متواتر احادیث سے ثابت ہے۔ اس کے چند اہم فوائد یہ ہیں: زندگی کی ابتدائی سانسوں میں نومولود بچہ/ بچی کے نام سے خون بہا کر اللہ تعالیٰ سے اس کا تقرب حاصل کیا جاتا ہے۔

یہ اسلامی Vaccination ہے، جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے بعض پریشانیوں، آفتوں اور بیماریوں سے راحت مل جاتی ہے۔ ہمیں دنیاوی Vaccinations کے ساتھ اس Vaccination کا بھی اہتمام کرنا چاہیے۔ بچہ/ بچی کی پیدائش پر جو اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے، خوشی کا اظہار ہوجاتا ہے۔ بچہ/ بچی کا عقیقہ کرنے پر کل قیامت کے دن باپ بچہ/ بچی کی شفاعت کا مستحق بن جائے گا۔ عقیقہ کی دعوت سے رشتے دار، دوست واحباب اور دیگر متعلقین کے درمیان تعلق بڑھتا ہے، جس سے ان کے درمیان محبت واُلفت پیدا ہوتی ہے۔

عقیقہ کے متعلق چند احادیث

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''بچہ/ بچی کے لیے عقیقہ ہے، اس کی جانب سے تم خون بہاؤ اور اس سے گندگی (سر کے بال) کو دور کرو۔'' (بخاری)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ہر بچہ/ بچی اپنا عقیقہ ہونے تک گروی ہے۔ اس کی جانب سے ساتویں دن جانور ذبح کیا جائے، اس دن اس کا نام رکھا جائے اور سر منڈوایا جائے۔'' (ترمذی، ابن ماجہ، نسائی، مسند احمد)

نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کی شرح علماء نے بیان کی ہے کہ کل قیامت کے دن بچہ/ بچی کو باپ کے لیے شفاعت کرنے سے روک دیا جائے گا، اگر باپ نے استطاعت کے باوجود عقیقہ نہیں کیا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حتی الامکان بچہ/ بچی کا عقیقہ کرنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:

''لڑکے کی جانب سے دوبکریاں اورلڑکی کی جانب سے ایک بکری ہے۔'' (ترمذی،مسند احمد)

رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:

''لڑکے کی جانب سے دو بکرے اورلڑکی کی جانب سے ایک بکرا ہے۔ عقیقہ کے جانور مذکر ہوں یا مؤنث، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، یعنی بکرا یا بکری جو چاہیں ذبح کردیں۔''

(ترمذی،مسند احمد)

''رسول اللہ ﷺ نے اپنے نواسے حضرت حسنؓ اورحضرت حسینؓ کا عقیقہ ساتویں دن کیا، اسی دن ان کا نام رکھا اورحکم دیا کہ ان کے سروں کے بال مونڈ دیئے جائیں۔'' (ابوداؤد)

ان مذکورہ و دیگر احادیث کی روشنی میں علماء کرام فرماتے ہیں کہ بچہ/ بچی کی پیدائش کے ساتویں دن عقیقہ کرنا، بال منڈوانا، نام رکھنا اور ختنہ کرانا سنت ہے، لہٰذا باپ کی ذمہ داری ہے کہ اگر وہ اپنے نومولود بچہ/ بچی کا عقیقہ کرسکتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی اس سنت کو ضرور زندہ کرے، تاکہ عند اللہ اجرِعظیم کا مستحق بنے، نومولود بچہ/ بچی کو اللہ کے حکم سے بعض آفتوں اور بیماریوں سے راحت مل سکے، نیز کل قیامت کے دن بچہ/ بچی کی شفاعت کا مستحق بن سکے۔

کیا ساتویں دن عقیقہ کرنا شرط ہے؟

عقیقہ کرنے کے لیے ساتویں دن کا اختیار کرنا مستحب ہے۔ ساتویں دن کو اختیار کرنے کی اہم وجہ یہ ہے کہ زمانہ کے ساتوں دن بچہ/ بچی پر گزر جاتے ہیں، لیکن اگر ساتویں دن ممکن نہ ہو تو ساتویں دن کی رعایت کرتے ہوئے چودھویں یا اکیسویں دن کرنا چاہیے، جیسا کہ حضرت عائشہؓ کا فرمان احادیث کی کتابوں میں موجود ہے۔ اگر کوئی شخص ساتویں دن کے بجائے چوتھے یا آٹھویں یا دسویں دن یا اس کے بعد کبھی بھی عقیقہ کرے تو یقیناً عقیقہ کی سنت ادا ہوجائے گی، اس کے فوائد ان شاء اللہ! حاصل ہوجائیں گے، اگرچہ عقیقہ کا مستحب وقت چھوٹ گیا۔

کیا بچہ/ بچی کے عقیقہ میں کوئی فرق ہے؟

بچہ/ بچی دونوں کا عقیقہ کرنا سنت ہے، البتہ احادیث کی روشنی میں صرف ایک فرق ہے، وہ یہ ہے

کہ بچہ کے عقیقہ کے لیے دو اور بچی کے عقیقہ کے لیے ایک بکرا/ بکری ضروری ہے، لیکن اگر کسی شخص کے پاس بچہ کے عقیقہ کے لیے دو بکرے ذبح کرنے کی استطاعت نہیں ہے تو وہ ایک بکرے سے بھی عقیقہ کرسکتا ہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ابوداود میں موجود ہے۔

بچہ/ بچی کے عقیقہ میں فرق کیوں رکھا گیا؟

اسلام نے عورتوں کو معاشرہ میں ایک ایسا اہم اور باوقار مقام دیا ہے جو کسی بھی سماوی یا خود ساختہ مذہب میں نہیں ملتا، لیکن پھر بھی قرآن کی آیات ’’وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ‘‘ (البقرۃ: ۲۳۸) اور ’’الرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ‘‘ (النساء: ۳۴) اور احادیثِ شریفہ کی روشنی میں یہ بات بڑے وثوق کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کے نظام کو چلانے کے لیے مردوں کو عورتوں پر کسی درجہ میں فوقیت دی ہے، جیسا کہ دنیا کے وجود سے لے کر آج تک ہر قوم میں اور ہر جگہ دیکھنے کو ملتا ہے، مثلاً: حمل وولادت کی تمام تر تکلیفیں اور مصیبتیں صرف عورت ہی جھیلتی ہے، لہٰذا شریعتِ اسلامیہ نے بچہ کے عقیقہ کے لیے دو اور بچی کے عقیقہ کے لیے ایک خون بہانے کا جو حکم دیا ہے، اس کی حقیقت خالقِ کائنات ہی بہتر جانتا ہے۔

عقیقہ میں بکرا/ بکری کے علاوہ دیگر جانور مثلاً اونٹ گائے وغیرہ کو ذبح کیا جاسکتا ہے؟

اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے، مگر تحقیقی بات یہ ہے کہ حدیث نمبر (۱ اور ۲) کی روشنی میں بکرا/ بکری کے علاوہ اونٹ گائے کو بھی عقیقہ میں ذبح کرسکتے ہیں، کیونکہ اس حدیث میں عقیقہ میں خون بہانے کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بکرا/ بکری کی کوئی شرط نہیں رکھی، لہٰذا اونٹ گائے کی قربانی دے کر بھی عقیقہ کیا جاسکتا ہے۔ نیز عقیقہ کے جانور کی عمر وغیرہ کے لیے تمام علماء نے عیدالاضحیٰ کی قربانی کے جانور کی شرائط تسلیم کی ہیں۔

کیا اونٹ گائے وغیرہ کے حصہ میں عقیقہ کیا جاسکتا ہے؟

اگر کوئی شخص اپنے ۲ لڑکوں اور ۲ لڑکیوں کا عقیقہ ایک گائے کی قربانی میں کرنا چاہے، یعنی قربانی کی طرح حصوں میں عقیقہ کرنا چاہے، تو اس کے جواز سے متعلق علماء کا اختلاف ہے، علماء کرام نے قربانی پر قیاس کرکے اس کی اجازت دی ہے، البتہ احتیاط اسی میں ہے کہ ہر بچہ/ بچی کی طرف سے کم از کم ایک خون بہایا جائے۔

کیا عقیقہ کے گوشت کی ہڈیاں توڑ کر کھا سکتے ہیں؟

بعض احادیث اور تابعینؒ کے اقوال کی روشنی میں بعض علماء کرام نے لکھا ہے کہ عقیقہ کے گوشت کے احترام کے لیے جانور کی ہڈیاں جوڑوں ہی سے کاٹ کر الگ کرنی چاہئیں، لیکن شریعتِ اسلامیہ نے اس موضوع سے متعلق کوئی ایسا اصول وضابطہ نہیں بنایا ہے کہ جس کے خلاف عمل نہیں کیا جاسکتا ہے، کیونکہ یہ احادیث اور تابعینؒ کے اقوال بہتر وافضل عمل کو ذکر کرنے کے متعلق ہیں، لہٰذا اگر آپ ہڈیاں توڑ کر بھی گوشت بنا کر کھانا چاہیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔

کیا بالغ مرد وعورت کا بھی عقیقہ کیا جاسکتا ہے؟

جس شخص کا عقیقہ بچپن میں نہیں کیا گیا، جیسا کہ عموماً ہندوستان اور پاکستان میں عقیقہ چھوڑ کر چھٹی وغیرہ کرنے کا زیادہ اہتمام کیا جاتا ہے، (جو کہ غلط ہے) لیکن اب بڑی عمر میں اس کا شعور ہورہا ہے تو وہ یقیناً اپنا عقیقہ کرسکتا ہے، کیونکہ بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ نے نبوت ملنے کے بعد اپنا عقیقہ کیا۔ (أخرجه ابن حزم في ''المحلّى''، والطحاوي في ''المشكل'') نیز احادیث میں کسی بھی جگہ عقیقہ کرنے کے آخری وقت کا ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ یہ بات ذہن میں رکھیں کہ بڑی بچی کے سر کے بال منڈوانا جائز نہیں ہے، ایسی صورت میں بال نہ کٹوائیں، کیونکہ بال کٹوائے بغیر بھی عقیقہ کی سنت ادا ہوجائے گی۔

دیگر مسائل

قربانی کے جانور کی طرح عقیقہ کے جانور کی کھال یا تو غرباء ومساکین کو دے دیں یا اپنے گھریلو استعمال میں لے لیں۔ کھال یا کھال کو فروخت کرکے اس کی قیمت قصائی کو بطورِ اُجرت دینا جائز نہیں ہے۔ قربانی کے گوشت کی طرح عقیقہ کے گوشت کو خود بھی کھاسکتے ہیں اور رشتہ داروں کو بھی کھلاسکتے ہیں۔ اگر عقیقہ کے گوشت کے ۳ حصے کرلیے جائیں تو بہتر ہے: ایک اپنے لیے، ایک رشتے داروں کے لیے اور تیسرا حصہ غریبوں کے لیے، لیکن یہ تین حصے کرنا کوئی ضروری نہیں ہے۔ عقیقہ کے گوشت کو پکا کر رشتے داروں کو بلا کر بھی کھلاسکتے ہیں اور کچا گوشت بھی تقسیم کرسکتے ہیں۔ اگر بچہ/ بچی کی پیدائش جمعہ کے روز ہوئی ہے تو ساتواں دن جمعرات ہوگا۔

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

استفادہ کی چند بنیادیں

مولوی محمد بن محمد سرور
متعلم تخصصِ علومِ حدیث، جامعہ

انسان اپنی زندگی میں حضرات اکابر علماء کرام اور اولیاء اللہ کے وجود کو غنیمت جانے، اور ان سے استفادہ کی خوب کوشش کرے، چاہے وہ زیارت اور مصافحہ کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو، اور اس میں ہرگز سستی نہ دکھائے، تاکہ ان کے علوم وتجربات، برکات اور فیوضات سے کچھ روشنی حاصل کرلے اور محروم نہ رہ جائے، کیونکہ بسااوقات ان اکابرین سے انسان وہ رمز اور اشارہ حاصل کرلیتا ہے جو زندگی بھر کتابوں سے حاصل نہیں کرسکتا، بصورتِ دیگر ان اکابرین کے جانے کے بعد انسان زندگی بھر افسوس اور پچھتاوے میں رہتا ہے اور تمنا کرتا ہے کہ کاش سستی کی بجائے چستی، اور تاخیر کی بجائے تعجیل سے کام لے لیتا، اور یہ سلسلہ شروع سے چلتا آرہا ہے کہ جنہوں نے بھی اس معاملے میں کچھ تاخیر کی، پھر وہ زندگی بھر استفادہ کرنے کی خواہش اور تمنا ہی کرتے رہے۔

چنانچہ خطیب بغدادیؒ نے اپنی تصنیف ''الرِّحلة في طلبِ الحديث'' میں خاص طور پر ایک ایسی فصل قائم کی ہے، جس میں انہوں نے ان حضرات کا ذکر کیا ہے، جنہوں نے استفادہ اور طلبِ حدیث کے لیے کسی معیّن شیخ کی طرف رختِ سفر باندھا، اور پھر پہنچنے پر معلوم ہوا کہ شیخ دَاعیِ اَجل کو لبّیک کہہ چکے ہیں، اس پر وہ نہایت افسردہ ہوئے۔ چنانچہ بطورِ ترغیب اور نصیحت چند حضرات کا ذکر کیا جاتا ہے:

① - حماد بن سلمہؒ کہتے ہیں کہ میں مکہ آیا جبکہ ''عطاء بن ابی رباحؒ'' حیات تھے۔ میں نے سوچا کہ افطار کرنے (رمضان گزارنے) کے بعد ان کے پاس جاؤں گا، لیکن ماہِ رمضان میں ہی ان کا انتقال ہوگیا۔ (۱)

② - عبداللہ بن داوٗد الخریبیؒ کہتے ہیں کہ میرا بصرہ جانے کا سبب ابن عونؒ کی زیارت کرنا تھا، چنانچہ جب میں بنی دارا کے پُلوں تک پہنچا تو ابن عونؒ کی وفات کی خبر مجھے پہنچ گئی، اللہ ہی جانتا ہے کہ کیا غم اور افسوس مجھے اس وقت پہنچا۔ (۲)

③-علی بن عاصم کہتے ہیں کہ میں اور ہشیم دونوں منصور کی زیارت (اور استفادہ) کی غرض سے شہر واسط سے کوفہ کی طرف نکلے، چنانچہ میں واسط سے نکل کر چند فرسخ ہی چلا تھا کہ ابومعاویہ یا کسی اور صاحب سے میری ملاقات ہوئی۔ میں نے ان سے پوچھا: آپ کہاں کا ارادہ رکھتے ہیں؟ تو جواباً انہوں نے کہا کہ: میرے ذمہ کچھ قرض ہے، اس کی ادائیگی کے لیے کچھ حیلہ کر رہا ہوں، علی بن عاصم کہتے ہیں: میں نے ان سے کہا: آپ میرے ساتھ چلو، میرے پاس چار ہزار درہم موجود ہیں، ان میں سے دو ہزار درہم آپ کے حوالے کر دیتا ہوں۔ فرماتے ہیں کہ: میں وہاں سے لوٹا، اور دو ہزار درہم ان کے سپرد کر کے وہاں سے نکل پڑا۔ ہشیم صبح کے وقت کوفہ پہنچ چکے تھے، جبکہ میں شام کے وقت پہنچا۔ ہشیم نے جا کر منصور سے چالیس احادیث کا سماع کرلیا، لیکن میں حمام میں داخل ہوگیا، جب صبح ہوئی تو میں منصور کے دروازے پر گیا، تو سامنے سے ایک جنازہ دیکھا۔ میں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ لوگوں نے بتلایا کہ یہ منصور کا جنازہ ہے۔ میں بیٹھ کر رونے لگا، وہاں ایک شیخ نے مجھ سے کہا: اے نوجوان! کون سی چیز آپ کو رلا رہی ہے؟ میں نے عرض کیا کہ کوفہ سے اس غرض سے آیا تھا کہ اس شیخ سے احادیث کا سماع کرلوں، جبکہ وہ تو موت کی آغوش میں جا پہنچے۔ (۳)

ان واقعات سے انسان کو خوب سبق حاصل کرنا چاہیے کہ اپنے اکابرین سے استفادہ کرنے میں ہرگز کاہلی اور غفلت کا مظاہرہ نہ کرے، ورنہ افسوس کا دامن ساتھ لگا رہتا ہے؛ لہٰذا اس کو چاہیے کہ ہمت اور چستی سے کام لے کر آگے بڑھے، اور کوئی چیز اس کے لیے استفادہ کرنے سے رکاوٹ نہ بننے پائے۔

موانعِ استفادہ اور ان کا علاج

چند امور ایسے ہیں جو طالب کے لیے استفادہ سے رکاوٹ بنتے ہیں، ان سے اپنے آپ کو خوب بچائے، اگر اپنے اندر ان امور میں سے کسی کے بھی اثرات محسوس کرے، تو فوراً ان کو دور کرنے کی فکر کرے، ورنہ یہ اس کے لیے ترقی کی راہ میں خطرناک رکاوٹ ثابت ہوں گے۔ صرف تین موانعِ استفادہ مع علاج ذیل میں ذکر کیے جاتے ہیں جو عام طور پر پائے جاتے ہیں:

❶-تکبر ❷-حیا ❸-غفلت

❶-تکبر

انسان مستفادمنہ کو اپنے سے علم میں کمتر خیال کرتا ہے، اس لیے اس سے استفادہ نہیں کرتا، جبکہ مستفادمنہ کا مقام معتبر علماء کے ہاں مسلّم ہو، اور ظاہر حال بھی اس کے خیال کی تکذیب کر رہا ہو، لہٰذا یہ خیال تکبر ہوا، جو اس کے لیے استفادہ سے رکاوٹ ہے۔ اور تکبر کی دوسری صورت یہ ہے کہ مستفادمنہ مستفید سے عمر میں

چھوٹا ہوتا ہے، جبکہ علم وفضل میں بلند مرتبہ کا حامل ہوتا ہے، لیکن مستفید اس سے استفادہ کرنے میں اپنے لیے عار سمجھتا ہے اور مستفادمنہ کو چھوٹا سمجھنے کی بنیاد پر استفادہ چھوڑ دیتا ہے۔ اور ہر انسان اپنے اندر کی کیفیت سے خود واقف ہے، اس لیے اگر وہ اس قسم کی کیفیت محسوس کرے تو اس کے علاج کی کوشش کرے، جو مختلف ہو سکتے ہیں، کچھ یہاں ذکر کیے جاتے ہیں۔

علاج

استفادہ سے مانع جب تکبر ہو تو اس کا علاج یہ ہے کہ ہمت کر کے اور نفس کو دبا کر وہی کام کر لے، جس سے تکبر مانع بن رہا ہے، چند مرتبہ ایسا کرنے سے تکبر کا مرض بھی زائل ہو جائے گا، اور استفادہ کا راستہ بھی ہموار ہو جائے گا۔

امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں حضرت مجاہدؒ کا قول نقل فرمایا ہے: ’’قال مجاهدؒ: لا يتعلم العلم مستحي ولا مستكبر.‘‘(۴) .... ’’حضرت ت مجاہدؒ نے ارشاد فرمایا: حیا کرنے والا اور تکبر کرنے والا دونوں علم حاصل نہیں کر سکتے۔‘‘

اور اس سلسلے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ رہنمائی و ہدایت اور اس مرض کے علاج کے لیے نہایت سبق آموز ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نبوت و رسالت اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہم کلام ہونے کے مراتب پر فائز ہیں، اور اس کے باوجود علم حاصل کرنے میں بالکل عار محسوس نہیں کی، اور استفادہ وحصولِ علم کے لیے طویل سفر کیا، بلکہ یہاں تک فرمایا کہ میں ’’مجمع البحرین‘‘ پہنچنے تک سفر کرتا رہوں گا، چاہے مجھے کئی حقب ہی کیوں نہ چلنا پڑے، کما قال تعالیٰ:

’’وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِفَتَاهُ لَا أَبْرَحُ حَتَّىٰ أَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِيَ حُقُبًا۔‘‘ (الکہف:۶۰)

حافظ ابن عبدالبرؒ نے سند کے ساتھ ابن ابی غسانؒ کا قول ذکر فرمایا ہے:

’’قال عبيد بن محمد الكشوري: سمعت ابن أبي غسان يقول: لا تزال عالمًا ماكنت متعلمًا، فإذا استغنيت كنت جاهلًا.‘‘(۵)

’’عبید بن محمد کشوریؒ فرماتے ہیں: میں نے ابن ابی غسانؒ کو فرماتے ہوئے سنا: جب تک آپ حصولِ علم میں لگے رہیں گے تو عالم شمار ہوں گے، لیکن جب استغنا اور بے پرواہی پر اُتر آئے تو اس وقت آپ جاہل شمار ہوں گے۔‘‘

بہرحال مستفید کو چاہیے کہ ان باتوں سے خوب نصیحت حاصل کرے اور استفادہ کو ترک نہ کرے،

چاہے وہ کتنے ہی بلند مقام ومرتبہ پر فائز ہو، استفادہ سے اس کے مرتبہ میں کمی نہیں بلکہ ترقی ہوگی۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

’’مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَهُ اللهُ، وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللهُ.‘‘(۶)

’’جو اللہ کے لیے جھکتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا مقام بلند کردیتے ہیں، اور جو تکبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا مقام پست کردیتے ہیں۔‘‘

اور اگر استفادہ سے مانع مستفادمنہ کی کم سنی ہو تو ذہن نشین کرنا چاہیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک فرمان ہے:

’’الْكَلِمَةُ الْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤمِنِ حَيْثُ مَا وَجَدَهَا فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا.‘‘(۷)

’’حکمت کا کلمہ مؤمن کی گم شدہ میراث ہے، جہاں بھی وہ اس کو پائے وہ اس کا زیادہ مستحق ہوتا ہے۔‘‘

اس حدیث شریف سے امام ابوبکر ابن سنیؒ استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’و ينبغي للمتعلم أن يتلقف العلم من كل من وجد عندهٗ وان كان أصغر منه إذا كان قد سبقه بالعلم.‘‘(۸)

’’اور طالب علم کے مناسبِ شان یہ ہے کہ وہ جس کے پاس بھی علم پائے اس کو حاصل کرے، اگرچہ وہ (معلم) اس (طالب) سے چھوٹا ہی کیوں نہ ہو، بشرطیکہ وہ چھوٹا علم وکمال میں اس (طالب) سے آگے نکلنے والا ہو۔‘‘

شیخ عوامہ -حفظہ اللہ- ’’معالم ارشادیہ‘‘ میں لکھتے ہیں:

’’سئل الإمام أبوحنيفة: بم نلت ما نلت؟ فقال: ما بخلت بالإفادة، ولم أستنكف عن الاستفادة.‘‘(۹)

’’امام ابوحنیفہؒ سے پوچھا گیا کہ اتنا علم آپ نے کیسے حاصل کیا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ: میں نے کبھی فائدہ پہنچانے میں بخل نہیں کیا، اور فائدہ حاصل کرنے میں کبھی عار محسوس نہیں کی۔‘‘

مستفید اگر ان باتوں میں غور کرے گا، تو ان شاء اللہ! اس کے لیے کم سن اہلِ علم حضرات سے استفادہ کرنا آسان ہوگا۔ اور اس سلسلہ میں اکابرین کے بہت سارے واقعات موجود ہیں کہ انہوں نے اپنے سے کم سن حضرات سے کیسے بلاجھجک استفادہ کیا، اور بالکل عار محسوس نہیں کی، حتیٰ کہ حضرات صحابہ کرامؓ نے تابعین سے روایات لی ہیں، اور اس کو بلاجھجک آگے بیان کرتے تھے۔

2- حیا

مستفید مستفاد منہ کو حقیر تو نہیں سمجھتا، اور اس کے علم و فضل کا معترف ہوتا ہے، لیکن یہ خیال کرتا ہے کہ اگر میں ان سے سوال کروں، یا ان کی مجلس میں بیٹھوں تو لوگ کہیں گے کہ یہ بھی ان سے استفادہ کر رہا ہے، تو وہ لوگوں سے حیا کرتے ہوئے استفادہ ترک کر دیتا ہے۔ حیا کا دوسرا رُخ یہ بھی ہوتا ہے کہ انسان مستفاد منہ سے حیا کرتا ہے کہ اگر میں ان سے یہ سوال کروں تو وہ کہیں گے کہ اس کو اس بات کا بھی علم نہیں ہے، یا بسا اوقات سوال اس قسم کا ہوتا ہے جس کو پوچھنے سے انسان شرم محسوس کرتا ہے۔ بہرحال اس قسم کی حیا کی وجہ سے بھی انسان استفادہ نہیں کر پاتا۔

علاج

اگر استفادہ سے مانع حیا ہو تو اس کا علاج یہ ہے کہ مستفید اس بات کو سوچے کہ استفادہ سے حیا کرنے والا ہمیشہ جاہل رہتا ہے، جیسے ابھی ماقبل میں حضرت مجاہدؒ کا قول ذکر کیا ہے: ’’لا يتعلم العلم مستحي و لا مستكبر.‘‘

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کا قول بھی اس کی تائید کرتا ہے:

’’قال عمر بن عبد العزيز : ما من شيئ إلا وقد علمت منه إلا أشياء كنت أستحيي أن أسئل عنها فكبرت وفيّ جهالتها.‘‘(۱۰)

’’حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے فرمایا: کوئی چیز ایسی نہیں جس کے متعلق میں نے علم حاصل نہ کیا ہو، سوائے چند اشیاء کے کہ میں ان کے متعلق سوال کرنے سے حیا کرتا تھا، چنانچہ میں بڑا ہو گیا اور اب بھی میرے اندر ان اشیاء کی جہالت باقی ہے۔‘‘

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حیا (بے جا) کبھی علم سے مانع ہوا کرتی ہے۔ اور دوسری طرف انسان اگر حیا کو نظر انداز کر کے دین کے متعلق استفادے کے لیے تیار ہو جاتا ہے اور سوال کرتا ہے تو یہ انتہائی قابل تعریف چیز ہے۔ چنانچہ ابن عبد البرؒ نے ’’جامع بيان العلم‘‘ میں سند کے ساتھ حضرت عائشہؓ کا قول ذکر کیا ہے:

’’عن عائشةؓ قالت: نعم النساء نساء الأنصار لم يكن يمنعهن الحياء أن يسالن عن الدين و يتفقهن فيه.‘‘(۱۱)

’’حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انصار کی عورتیں کتنی اچھی ہیں، دین کے متعلق سوال کرنے اور اس میں فقاہت حاصل کرنے سے ان کو حیا مانع نہیں ہوتی۔‘‘

مستفید میں یہ مرض جو اس کو استفادہ سے منع کر رہا ہے ان باتوں کے استحضار سے ان شاء اللہ! ختم ہوجائے گا۔

❸-غفلت

مستفید مستفاد منہ کو نہ حقیر سمجھتا ہے اور نہ ہی استفادہ سے اس کو حیا مانع ہوتی ہے، بلکہ وہ استفادہ کو درست سمجھتا ہے، لیکن جاننے کے باوجود محض غفلت وسستی کی وجہ سے استفادہ نہیں کر پاتا، اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ان حضرات کے علوم وفیوض اور تجربات سے محروم ہوجاتا ہے۔

علاج

استفادہ سے مانع جب سستی ہو تو سمجھ لینا چاہیے کہ سستی کا علاج چستی ہے، اور چستی پیدا کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ اپنے اکابرین کی زندگیاں، ان کا حصولِ علم میں اپنے آپ کو کھپانا، طلبِ علم کا ذوق و شوق، اور بالخصوص محدثین نے حصولِ علمِ حدیث میں کس طرح مشقتیں برداشت کیں، ان کو عمل کی نیت کے ساتھ پڑھنے اور مطالعہ کرنے سے ان شاء اللہ! سستی دور ہوجائے گی، اور ان حضرات کی راہوں پر چلنے کا جذبہ پیدا ہوگا، اور استفادہ کا راستہ ہموار ہوجائے گا۔

خلاصہ

خلاصہ یہ کہ انسان اپنی زندگی میں موجود اکابر ہستیوں کے علم اور تجربات سے فائدہ اُٹھالے، اور اس میں ہرگز کوتاہی نہ کرے، ورنہ زندگی بھر کفِ افسوس ملتا رہے گا، اور اگر موانعِ استفادہ میں سے کوئی مانع اپنے اندر محسوس کرے تو اس کا فوری علاج کر کے اس مانع کو دور کرے اور اپنے لیے استفادہ کا راستہ ہموار کرے۔

استفادہ کرنے کے طریقے

عام طور پر جن طریقوں سے استفادہ کیا جاتا ہے، وہ تین ہیں:

۱: استفادہ بالصحبۃ ۲: استفادہ بالسوال ۳: استفادہ بالخط والکتابۃ

۱: استفادہ بالصحبۃ

استفادہ کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ انسان حضرات اکابرین کی صحبت میں کچھ وقت گزار کر فائدہ حاصل کرے، تاکہ جو علم حاصل کرے، اس کو عملی شکل میں بھی اچھی طرح دیکھ لے، اور شیخ کے کردار، اخلاق،

حسنِ سیرت، تقویٰ، اور للّٰہیت پر خوب واقفیت حاصل کرلے۔ چونکہ ان تمام چیزوں پر اطلاع، دیکھنے اور صحبت اختیار کرنے کے بغیر نہیں ہوسکتی، اس لیے سب سے بہتر یہ ہے کہ شیخ کی صحبت میں کچھ وقت رہ کر استفادہ کرے۔

۲: دوسرا طریقہ یہ ہے کہ آدمی ان اکابرین کے پاس جاکر زیارت، مصافحہ، اجازتِ حدیث، اور جس فن میں وہ مہارت رکھتے ہوں اُس کے متعلق سوال کرے، اور ان کے تجربات سے فائدہ اٹھائے، کیونکہ ہر آدمی کے لیے ہر شیخ کی صحبت اختیار کرنا ممکن نہیں ہے۔

۳: استفادہ کا تیسرا طریقہ یہ ہے کہ ان حضرات سے خط وکتابت کے ذریعے تعلق قائم کرے اور اس طریقہ سے ان سے استفادہ کرتا رہے، اور استفادہ کو کسی حال میں بھی ترک نہ کرے۔

تنبیہ:

استفادہ کے کچھ آداب مشترکہ ہیں جن کی رعایت رکھنا ہر مستفید کے لیے ضروری ہے، چاہے وہ جس طریقہ سے بھی استفادہ کرنا چاہتا ہو۔ ان میں سے چند ایک کا ذکر درج ذیل ہے:

استفادہ کرنے کے مشترکہ آداب

وہ آداب جن کا لحاظ رکھنا ہر مستفید کے لیے ضروری ہے، اور ان کے بغیر علم کے نور کا حصول مشکل ہے، وہ درج ذیل ہیں:

❶ - اخلاصِ نیت

اللہ تعالیٰ کے ہاں حصولِ علم کا اجر پانے، علم کا نور حاصل کرنے، اور وبال سے بچنے کے لیے اخلاصِ نیت از حد ضروری ہے، اور یہ صرف حصولِ علم کے لیے ہی نہیں، بلکہ ہر نیک کام کا اجر اخلاصِ نیت پر موقوف ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’إنما الأعمال بالنيات.‘‘(۱۲) ’’تمام اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے‘‘ اور اگر کسی نیک کام میں کوئی دنیوی غرض شامل ہو تو یہ عمل ثواب کی بجائے وبال کا سبب ہوسکتا ہے، اور بالخصوص تعلیم وتعلم کے معاملے میں دنیوی غرض تو بہت بڑے وبال کا سبب ہے۔ جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

’’مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِيُجَارِيَ بِهِ الْعُلَمَاءَ أَوْ لِيُمَارِيَ بِهِ السُّفَهَاءَ أَوْ يَصْرِفَ بِهٖ وُجُوْهَ النَّاسِ إِلَيْهِ أَدْخَلَهُ اللهُ النَّارَ.‘‘(۱۳)

’’جو شخص علم اس نیت سے حاصل کرے کہ اس کے ذریعے علماء کے پڑوس میں بیٹھے، یا جاہلوں سے جھگڑا کرے، یا لوگوں کو اپنی طرف مائل کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو جہنم میں داخل کریں گے۔‘‘

اس لیے ہر طالب ومستفید کو چاہیے کہ سب سے پہلے اپنی نیت کو خالص کرے، اور بار بار اس کا استحضار کرتا رہے۔ حضرت لقمان حکیمؒ نے اپنے بیٹے کو نصیحتیں فرمائی تھیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے، جیسا کہ زید بن اسلمؒ نے نقل فرمایا:

’’عن زيد بن أسلم، أن لقمان قال لابنه: يا بني لا تتعلم العلم لثلاث، ولا تدعه لثلاث: لا تتعلمه لتماري به، ولا لتباهي به، ولا لترائي به، ولا تدعه زهادة فيه، ولا حياءً من الناس، ولا رضًا بالجهالة.‘‘(۱۴)

’’زید بن اسلمؒ کہتے ہیں کہ لقمان حکیمؒ نے اپنے بیٹے سے فرمایا: اے میرے پیارے بیٹے! علم تین چیزوں کی خاطر حاصل نہ کرنا، اور نہ تین چیزوں کی وجہ سے چھوڑنا، جھگڑا کرنے، فخر کرنے، اور اپنا آپ دکھلانے کے لیے علم حاصل نہ کرنا، اور اس سے اعراض کرنے، لوگوں سے حیا کرنے، اور جہالت پر راضی رہنے کی وجہ سے اسے مت چھوڑنا۔‘‘

❷ -تواضع اختیار کرنا

طالب علم ومستفید کے لیے لازم ہے کہ شیخ کی موجودگی وعدم موجودگی میں، اور ظاہراً وباطناً ہر اعتبار سے تواضع کے ساتھ پیش آئے، کیونکہ تواضع کے بغیر علم نافع کا حصول مشکل ہے:

’’عن الشعبي قال: ركب زيد بن ثابت فأخذ ابن عباسؓ بركابه، فقال لهٗ: لاتفعل يا ابن عم رسول الله صلى الله عليه وسلم! فقال: هٰكذا أمرنا أن نفعل بعلمائنا.... الحديث‘‘(۱۵)

امام شعبیؒ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سوار ہوئے، تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کی سواری کی لگام پکڑ لی، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے! ایسا نہ کرو۔ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا کہ ہمیں علماء کے ساتھ ایسا ہی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔‘‘

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں، انہوں نے اپنی جلالتِ شان کے باوجود اپنے استاذ کے ساتھ تواضع کا معاملہ فرمایا۔

جناب نبی کریم ﷺ نے بھی طلباء کو اساتذہ کے ساتھ تواضع کا معاملہ اختیار کرنے کا حکم دیا:

''عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: ''تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ، وَتَعَلَّمُوْا لِلْعِلْمِ السَّكِیْنَةَ وَالْوَقَارَ، وَتَوَاضَعُوْا لِمَنْ تَعَلَّمُوْنَ مِنْهُ.''(۱۶)

''حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا کہ: جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: علم حاصل کرو، اور علم کے لیے اطمینان و وقار حاصل کرو، اور جن سے تم علم حاصل کرو ان سے تواضع کے ساتھ پیش آؤ۔''

❸ -صبر و استقامت کا مظاہرہ کرنا

طالب و مستفید کو چاہیے کہ طلبِ علم و استفادہ میں استقامت و صبر کا مظاہرہ کرے، کسی مسئلہ کی طلب میں وقت کے زیادہ لگنے سے دل کو تنگ نہ کرے اور اُکتائے نہیں، بلکہ مسلسل تلاش و جستجو میں رہے۔ یونس بن یزیدؒ کو ابن شہابؒ نے اسی قسم کی نصیحت فرمائی تھی:

''عن يونس بن يزيد قال: قال لي ابن شهاب: يا يونس! لا تكابر العلم، فإن العلم أودية، فأيها أخذت فيه قطع بك قبل أن تبلغه، ولكن خذه من الأيام والليالي، ولا تأخذ العلم جملة، فإن من رام أخذه جملة ذهب عن جملة، ولكن الشيء بعد الشيء مع الليالي والأيام.''(۱۷)

''یونس بن یزیدؒ سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے ابن شہابؒ نے فرمایا: اے یونس! علم کو بڑا مت خیال کرو، اس لیے کہ علم کے کئی میدان ہیں، جس میدان میں تو داخل ہوگا اس کی انتہا تک نہیں پہنچ پائے گا، لہٰذا علم کو روزانہ تھوڑا تھوڑا کر کے لینے کی کوشش کرو، اور ایک ہی مرتبہ لینے کی خواہش مت کرو، اس لیے کہ جو علم کو ایک ہی مرتبہ لینے کی کوشش کرتا ہے تو وہ بالکل حاصل نہیں کر پاتا۔''

اسی طرح فارسی کا ایک جملہ ہے: ''ہر چہ زود برآید دیر نپاید''... ''جو چیز جلدی آتی ہے وہ دیر تک نہیں رہتی۔''

❹ -استاذ کے لیے دعا کرنا

طالب علم اور مستفید کو چاہیے کہ اپنے استاذ اور شیخ کے لیے ہمیشہ دعا کرتا رہے، اس سے اس کا علم بابرکت اور نافع بھی بنے گا، اور نورانیت بھی نصیب ہوگی۔ حضرات اکابرین اس بات کا بہت اہتمام کرتے تھے،

چنانچہ چند مثالیں آپ کے سامنے پیش کی جاتی ہیں:

''قال الإمام أبو حنيفة رحمه الله: "ما مددت رجلي نحو دار أستاذي حماد إجلالاً له، وكان بين داري وداره سبعُ سِكك، وما صليت صلاة منذ مات حماد إلا استغفرتُ له مع والدي، وإني لأستغفر لمن تعلمت منه أو علمني علمًا.''(۱۸)

''امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا: میں نے اپنے استاذ امام حمادؒ کی تعظیم میں کبھی ان کے گھر کی طرف اپنے پاؤں کو لمبا نہیں کیا، جبکہ میرے اور ان کے گھر کے درمیان سات گلیوں کا فاصلہ تھا، اور امام حمادؒ کی وفات کے بعد سے جب بھی میں نے نماز پڑھی ہے تو اپنے والدین کے ساتھ امام حمادؒ کے لیے بھی بخشش کی دعا کی ہے، اور بلا شبہ میں ان سب کے لیے بخشش کی دعا کرتا ہوں جن سے میں نے علم حاصل کیا، یا انہوں نے مجھے کوئی علم سکھایا۔''

''وقال أبو يوسفؒ تلميذ أبي حنيفةؒ: إني لأدعو لأبي حنيفةؒ قبل أبويَّ، ولقد سمعت أبا حنيفةؒ يقول: "إني لأدعو لحمادؒ مع أبويَّ.''(۱۹)

''امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ: میں امام ابوحنیفہؒ کے لیے اپنے والدین سے پہلے دعا کرتا ہوں، اور بلا شبہ میں نے ابوحنیفہؒ سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں امام حمادؒ کے لیے اپنے والدین کے ساتھ دعا کرتا ہوں۔''

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اساتذہ ومشائخ سے استفادہ کرنے اور آداب کی رعایت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

حواشی وحوالہ جات

۱- الرحلة في طلب الحديث، لأبي بكر أحمد بن علي بن ثابت بن أحمد الخطيب البغدادي (ت: ٤٦٣هـ)، ذكر من رحل إلى شيخ يبتغي علو إسناده، فمات قبل ظفر الطالب منه ببلوغ مراده، ص:١٧١، ط: دار الكتب العلمية.

٢- نفسه، ص: ١٧٦.

٣- المصدر السابق، ص: ١٧٣.

٤- صحيح البخاري، لأبي عبد الله محمد بن إسماعيل البخاري الجعفي، (ت:٢٥٤)، كتاب العلم، باب الحياء في العلم: ٦٠/ ١، ط: دار ابن كثير.

٥- جامع بيان العلم وفضله، ليوسف بن عبد الله بن عبد البر القرطبي، باب: الحض على استدامة

الطلب والصبر على اللأواء والنصب: ١٩٣/ ١، ط: مؤسسة الريان.

٦- المعجم الأوسط، لسليمان بن أحمد الطبراني (ت:٣٦٠)، من اسمه عيسى: ١٣٩/ ٥، رقم: ٤٨٩٤، ط: دار الحرمين.

٧- السنن، لابن ماجة محمد بن يزيد القزويني (المتوفى:٢٧٣ھ)، أبواب الزهد، باب الحكمة: ٢٦٩/ ٥، رقم: ٤١٦٩، ط: دار الرسالة العالمية.

٨- رياضة المتعلمين، لأحمد بن محمد بن إسحاق المعروف بـ "ابن السُّنِّي" (ت: ٣٦٤ھ)، الجزء الرابع، ص:٢٣٥، ط: دار النوادر.

٩- معالم إرشادية لصناعة طالب العلم، للشيخ محمد عوامة، المعلم العاشر الصحبة مع الأستاذ، ص: ٢١٧، ط: دار الكتب بشاور.

١٠- جامع بيان العلم وفضله، لابن عبد البر، باب: حمد السؤال والإلحاح في طلب العلم وذم ما منع منه: ١/ ١٨١.

١١- نفسه ١ / ١٧٧.

١٢- صحيح البخاري، باب كيف كان بدء الوحي: ١ / ٣، رقم:١.

١٣- الجامع الكبير-سنن الترمذي، للإمام أبي عيسى محمد بن عيسى الترمذي (ت:٢٧٩)، أبواب العلم، باب ما جاء فيمن يطلب بعلمه الدنيا: ٤/ ٣٢٩، رقم: ٢٦٥٤، ط: دار الغرب الإسلامي، بيروت.

١٤- جامع بيان العلم، لابن عبد البر، باب: ما روي عن لقمان الحكيم من وصية ابنه وحضه إياه على مجالسة العلماء والحرص على العلم: ١/ ٢١٢.

١٥- المجالسة وجواهر العلم، لأبي بكر أحمد بن مروان بن محمد الدينوري القاضي المالكي، (ت:٣٣٣)، الجزء التاسع، ص: ٢٨٨، ط: دار ابن حزم.

١٦- المعجم الأوسط، للطبراني، من اسمه محمد: ٦/ ٢٠٠، رقم: ٦١٨٤.

١٧- جامع بيان العلم وفضله، لابن عبد البر، باب: كيفية الرتبة في أخذ العلم: ١/ ٢٠٦.

١٨- الإعلام بحرمة أهل العلم والإسلام، لمحمد بن أحمد بن إسماعيل المقدم، الفصل الثاني، وتجلي هٰذا الولاء في حزنهم لموت الواحد منهم، ص: ١٩٥، ط: دار طيبة.

١٩- نفسه.

صلہ رحمی کی اہمیت اور اس کے ثمرات
سیرتِ طیبہ کی روشنی میں

مولوی محمد طاہر خان
متعلم تخصصِ علومِ حدیث، جامعہ

اس پرفتن دور میں ہمارا معاشرہ بہت سارے مسائل کا شکار ہے، ان میں سے ایک بہت بڑا مسئلہ اہلِ معاشرہ میں محبت وہم آہنگی اور اتفاق کا فقدان، ایک دوسرے سے نفرت، عصبیت، حسد، بغض کا بڑھ جانا ہے، حالانکہ اگر دیکھا جائے تو اللہ رب العزت نے ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کے ساتھ صلہ رحمی، عفو و درگزر کرنے اور آپس میں بھائی چارگی کی تعلیم دی ہے اور ان پر انعامات کا وعدہ فرمایا ہے۔ مسلمان تو مسلمان! دینِ اسلام میں تو ذمیوں کے حقوق کی بھی رعایت رکھی گئی ہے، رسول اللہ ﷺ نے اپنے اقوال وافعال کے ذریعہ صلہ رحمی کی اہمیت وضرورت کو بیان کیا ہے۔

صلہ رحمی کا معنی ومفہوم

صلہ رحمی کا مطلب ہے: اپنے نسبی عزیزوں اور رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرنا، ان کے ساتھ نرمی سے پیش آنا، ان کے احوال کی رعایت کرنا۔ نسبی رشتہ دار سے مراد وہ ہے جو آپ کا پیدائشی رشتہ دار ہو، چاہے وہ والد کی طرف سے ہو یا والدہ کی طرف سے ہو، قریب کا ہو یا دور کا ہو، چنانچہ علامہ ابن الاثیر رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

’’صلة الرحم، وهي كناية عن الإحسان إلى الأقربين، من ذوي النسب والأصهار، والتعطف عليهم، والرفق بهم، والرعاية لأحوالهم.‘‘(۱)

اور یہی معنی مشہور حنفی محدث وفقیہ ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ’’مرقاة المفاتيح‘‘ میں علامہ ابن الاثیرؒ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔(۲)

صلہ رحمی اور ارشادِ باری تعالیٰ

اللہ رب العزت کا ارشادِ گرامی ہے:

’’وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ أَمَرَ اللهُ بِهٖٓ أَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ‘‘(۳)

ترجمہ: ’’اور یہ ایسے ہیں کہ اللہ نے جن علاقوں کے قائم رکھنے کا حکم کیا ہے، ان کو قائم رکھتے ہیں اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور سخت عذاب کا اندیشہ رکھتے ہیں۔‘‘ (ترجمہ بیان القرآن)

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ رب العزت نے اہلِ ایمان کو صلہ رحمی کی تعلیم دی ہے، چنانچہ علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

’’من صلة الأرحام، والإحسان إليهم‘‘(۴)

یعنی قریبی رشتہ داری نبھائے رکھنا، اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا، اور اسی پر بس نہیں، بلکہ قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے اس مرجعِ کائنات کی بھی تعیین کردی، جس کی بنی آدم کو سخت ضرورت تھی، چنانچہ اللہ رب العزت کا فرمانِ گرامی ہے:

’’لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُو اللهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللهَ كَثِيْرًا‘‘(۵)

ترجمہ: ’’تم لوگوں کے لیے یعنی ایسے شخص کے لیے جو اللہ سے اور روزِ آخرت سے ڈرتا ہو اور کثرت سے ذکرِ الٰہی کرتا ہو، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ایک عمدہ نمونہ موجود تھا۔‘‘ (ترجمہ بیان القرآن)

چنانچہ اس آیت مبارکہ میں اللہ رب العزت نے تمام احکامات پر چاہے ان کا تعلق بدن سے ہو، مال سے ہو، عمل کرنے کے ایک مشکل ترین مسئلے کا حل بتلا کر تمام مشکلات آسان فرما کر امت کو ایک بہترین مرجع عطا فرمادیا، اسی آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

’’هٰذه الآية الكريمة أصل كبير في التأسي برسول الله صلى الله عليه وسلم في أقواله وأفعاله وأحواله.‘‘(۶)

یعنی یہ آیتِ کریمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال، اور احوال کی پیروی کرنے میں ایک بہت بڑی دلیل ہے۔ پس معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر پہلو قابلِ عمل ہے، چاہے اس کا تعلق اقوال سے ہو، افعال سے ہو، احوال سے ہو، (الا یہ کہ جو افعال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہیں)، اور کیوں نہ ہو، جبکہ اللہ

رب العزت نے اس آیتِ مبارکہ کے ذریعہ ''یَآأَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَأَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا أَعْمَالَکُمْ۔''(۷) روزِ قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو ایک اصول فراہم کردیا، اوراُمتِ مسلمہ کو اپنے اعمال پرکھنے کے لیے ایک کسوٹی مہیا کردی کہ ہرعمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں پر ہو، اوراسی میں دونوں جہاں کی کامیابی کا راز مضمر ہے۔علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

''ثم أمر تبارك وتعالٰی عبادَه المؤمنين بطاعته وطاعة رسوله التي هي سعادتهم في الدنيا والآخرة.''(۸)

ترجمہ:''پھر اللہ رب العزت نے اپنے ایمان والے بندوں کو اپنی، اور اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اس اطاعت کا حکم دیا، جو کہ دنیا وآخرت دونوں میں ان کے لیے نیک بختی کا ذریعہ ہے۔''

صلہ رحمی کی اہمیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات

جب جب ضرورت پڑتی گئی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو منشا خداوندی کے مطابق مختلف تعلیمات سے آشنا کرتے گئے، یہ تعلیمات کبھی آپ نے اپنے اقوالِ مبارکہ کے ذریعہ دی تو کبھی ان اقوالِ مبارکہ کو اپنے افعالِ مبارکہ کے سانچے میں ڈھال کر اُمت کے سامنے پیش کرکے ان کی آنے والی مشکلات کو آسان فرمایا، چنانچہ بہت ساری احادیث مبارکہ جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو صلہ رحمی کی تعلیم دی، کبھی تو یہ تعلیمات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلہ رحمی کی اہمیت اجاگر کرکے دیں، تو کبھی صلہ رحمی اور دینِ اسلام کے درمیان ایک مضبوط تعلق بتلا کردیں، تو کبھی بذاتِ خود اپنے قریبی رشتہ داروں کی خدمت کرکے ان تعلیمات سے ہمیں روشناس کیا۔امی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں:

ا:''الرحم معلقةٌ بالعرش تقول: من وصلني وصله الله ومن قطعني قطعه الله''(۹)

ترجمہ:''رحم یعنی رشتہ داری عرش سے لٹکی ہوئی ہے اور کہتی ہے کہ جس نے مجھے جوڑ دیا، اللہ رب العزت اس کو جوڑ دے گا، اور جس نے مجھے توڑ دیا اللہ رب العزت اسے توڑ دے گا۔''

اس حدیث مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلہ رحمی کی اہمیت کے ساتھ ساتھ صلہ رحمی اور دینِ اسلام کا آپس میں ایک گہرے تعلق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے صلہ رحمی کی عظمت، اس کے جوڑنے والے کی عظمت، اوراس کے توڑنے والے کواس کے وبال کے مستحق ہونے کی خبر دی ہے، چنانچہ قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''وذكر مقامها وتعلقها هنا ضرب، وحسن استعارة على مجاراة كلام

العرب لتعظيم شأن حقها.‘‘(۱۰)

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت کا مفہوم علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ اس طرح بیان کرتے ہیں:

’’والمراد تعظيم شأنها وفضيلة واصليها وعظيم إثم قاطعيها بعقوقهم‘‘(۱۱)

’’مراد اس سے صلہ رحمی کی عظمتِ شان، اور اس کے جوڑنے والے کی فضیلت اور اس کے توڑنے والے کے وبال کے مستحق ہونے کو بیان کرنا ہے۔‘‘

اسی طرح حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا جو کہ امی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بڑی بہن ہیں، وہ فرماتی ہیں:

۲:’’قدمت علي أمي وهي مشركة في عهد قريش، فقلت: يارسول الله! إن أمي قدمت علي وهي راغبة، أفأصلها؟ قال: نعم صليها.‘‘(۱۲)

یعنی: ’’میری والدہ شرک کی حالت میں (مکہ سے مدینہ) آئی، جبکہ قریش کے ساتھ صلح کا زمانہ تھا (مراد اس سے صلح حدیبیہ ہے، چونکہ صلح حدیبیہ میں مسلمانوں اور مشرکینِ مکہ درمیان جنگ بندی کا معاہدہ ہو چکا تھا اور اسی صلح کے زمانے میں آپؓ کی والدہ مدینہ آئی تھیں۔‘‘

پس میں نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! میری والدہ میرے پاس آئی ہیں، حالانکہ وہ اسلام کے قبول کرنے میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتیں، کیا میں ان کے ساتھ اچھا سلوک کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

معلوم ہوا کہ قریبی رشتہ دار اگر مشرک ہو تب بھی شریعت محمدیہ میں اس کے حقوق کی رعایت رکھی گئی ہے، اور اس کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دیا گیا ہے، چنانچہ علامہ قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

’’فيه جواز صلة المشرك ذي القرابة.‘‘(۱۳)

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک فعلی حدیث ہے جس کے راوی حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ ہیں، وہ فرماتے ہیں:

۳:’’رأيت النبي صلى الله عليه وسلم يقسم لحمًا بالجعرانة إذ أقبلت امرأة حتى دنت إلى النبي صلى الله عليه وسلم، فبسط لها رداءهٗ، فجلست عليه، فقلت: من هي؟ فقالوا: ’’هٰذه‘‘ أمه التي أرضعته.‘‘(۱۴)

ترجمہ: ’’میں نے جعرانہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گوشت تقسیم فرما رہے تھے کہ اچانک ایک عورت آئیں، یہاں تک کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک ان کے لیے بچھا دی، سو وہ اس پر بیٹھ گئیں، میں نے پوچھا کہ یہ عورت کون ہیں؟

انہوں نے بتایا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی وہ ماں ہے، جنہوں نے آپ کو دودھ پلایا تھا۔‘‘

صلہ رحمی کے ثمرات رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کے تناظر میں

ذخیرۂ احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے صلہ رحمی کے فائدے بتلاتے ہوئے کہیں تو اس کو رزق کی فراخی کا سبب، کہیں عمر دراز ہونے کا ذریعہ، کہیں رشتہ داروں کی باہمی محبتوں کی زیادتی کا سبب، کبھی رحمتوں کے نزول کا وسیلہ، کہیں جہنم جیسے عذاب سے خلاصی کا ذریعہ، یہاں تک کہ جنت جیسی عظیم نعمت کے حصول کا سبب قرار دیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

۴: ’’مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُّبْسَطَ لَهٗ فِيْ رِزْقِهٖ وَ يُنْسَأَ لَهٗ فِيْ أَثَرِهٖ، فَلْيَصِلْ رَحِمَهٗ.‘‘(۱۵)

ترجمہ: ’’جو شخص چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں فراخی اور عمر میں برکت ہو تو اسے چاہیے کہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کرے۔‘‘

اسی طرح ایک دوسری روایت میں جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

۵: ’’تَعَلَّمُوْا مِنْ أَنْسَابِكُمْ مَا تَصِلُوْنَ بِهٖ أَرْحَامَكُمْ، فَإِنَّ صِلَةَ الرَّحِمِ مَحَبَّةٌ فِي الْأَهْلِ، مَثْرَاةٌ فِي الْمَالِ، مَنْسَأَةٌ فِي الْأَثَرِ.‘‘(۱۶)

’’تم اپنے انساب میں سے اتنا سیکھو کہ جس کے ذریعہ تم اپنے قرابت داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کرسکو، بے شک قرابت داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا باہمی محبت کا سبب، کثرتِ مال کا ذریعہ اور درازیِ عمر کا باعث بنتا ہے۔‘‘

چنانچہ رسول اللہ ﷺ صلۂ رحمی کو بارانِ رحمت کا سبب بتلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

۶: ’’لَا تَنْزِلُ الرَّحْمَةُ عَلٰى قَوْمٍ فِيْهِمْ قَاطِعُ رَحِمٍ.‘‘(۱۷)

’’اس قوم پر رحمت نہیں اترتی جس میں قطع رحمی کرنے والا ہو۔‘‘

اس حدیث مبارک میں رسول اللہ ﷺ صلہ رحمی کی اہمیت بتلانے کے ساتھ ساتھ یہ خبر بھی دے رہے ہیں کہ تم میں سے جو رب ذوالجلال کی رحمت کا متقاضی ہو، اسے چاہیے کہ اپنے قریبی رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرے، یہاں تک کہ ایک روایت میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

۷: ’’لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ.‘‘(۱۸)

ترجمہ: ’’قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔‘‘

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ قطع رحمی کرنے والے کی دخولِ جنت سے نفی فرما کر جنت کے حصول

کا سبب بھی اسی کو قرار دے رہے ہیں۔ پس یہ تمام احادیث جو ہم نے ماقبل میں ذکر کیں اہلِ معاشرہ کو اُخوت، بھائی چارگی، باہمی محبت اور اتفاق واتحاد کا درس دے رہی ہیں اور ایک بہترین معاشرہ فراہم کرنے کے اصولوں کی نشاندہی کر رہی ہیں۔

جبکہ آج ہمارا معاشرہ رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کو پس پشت ڈالنے کی وجہ سے ہی دن بہ دن تنزلی کی طرف گامزن ہے اور یہی وجہ ہے کہ آج قریب سے قریب تر رشتہ دار چھوٹی چھوٹی باتوں کی وجہ سے ایک دوسرے کے گھر آنا جانا بند کر دیتے ہیں، میاں بیوی ایک دوسرے سے اپنے حقوق کا تقاضا کرتے ہوئے علیحدگی کی راہ اختیار کر لیتے ہیں، یہاں تک کہ سگے بھائی میراث کی تقسیم میں ادنیٰ سے اختلاف پر قتل وقتال کے لیے کمر بستہ ہو جاتے ہیں، پس لامحالہ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ طلاق کی شرح روز بروز بڑھتی چلی جاتی ہے، قتل وغارت گری کا بازار گرم ہوتا چلا جاتا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک اچھا بھلا معاشرہ تباہی کے آخری درجہ پر پہنچ جاتا ہے۔

اگر صبر وتحمل کا مظاہرہ کیا جائے اور رسول اللہ ﷺ کی بتلائی ہوئی ان تعلیمات کو مدِنظر رکھتے ہوئے ان پر عمل کیا جائے اور ان تعلیمات کو اہلِ معاشرہ میں عام کیا جائے اور اس کی تعلیم سے ان کے سینوں کو مزین کرنے کے ساتھ ساتھ ان اصولوں کو جو رسول اللہ ﷺ کے ذخیرۂ احادیث میں ہمیں ملتے ہیں، ان کو اصلاحِ معاشرہ کے لیے بروئے کار لایا جائے، تاکہ معاشرے میں روزمرہ کی بنیاد پر پیش آنے والے نت نئے مسائل کا حل تلاش کیا جا سکے۔

حوالہ جات

١: النهاية في غريب الحديث والأثر للعلامة أبي السعادات المبارك بن محمد الجزري ابن الأثير (المتوفى سنة:٦٠٦)، ١٩١/ ٥، "باب الواو مع الصاد"، الناشر: المكتبة الإسلامية

٢: مرقاة المفاتيح :١٨٩/ ٩ "باب البر والصلة"، الناشر: مكتبة امدادية، ملتان

٣: القرآن سورة الرعد، رقم الآية:٢١

٤: تفسير القرآن العظيم للحافظ عماد الدين إسماعيل بن عمر ابن كثير الدمشقي المتوفى سنة: ٧٧٤، ٣٨٧/ ٤، "سورة الرعد"، الناشر: دار الكتب العلمية، ط: الأولى ١٤١٩ / ١٩٩٨ء

٥: القرآن، سورة الأحزاب، رقم الآية:٢١

٦: تفسير ابن كثير:٣٥٠/ ٦ "سورة الأحزاب"

٧:القرآن، سورة محمد، رقم الآية: ٣٣

٨:تفسير ابن كثير: ٢٩٨/ ٧، "سورة محمد"

٩: صحيح مسلم:١٩٨١/ ١، "باب صلة الرحم، وتحريم قطيعتها من كتاب البر والصلة والآداب"، الناشر: دار إحياء الكتب العربية، ط: الأولى ١٤١٢ -١٩٩١ء، (رقم الحديث:٦٦١١)

۱۰: إكمال المعلم بفوائد مسلم للحافظ عياض بن موسي (المتوفي سنة:٥٤٤)، ١٩/٨، "باب صلة الرحم، وتحريم قطيعتها"، الناشر: دار الوفاء، ط: الأولي ١٤١٩ -١٩٩٨ء

۱۱: صحيح مسلم بشرح النووي، ١١٢/١٦، "باب صلة الرحم وقطيعتها" الناشر: المطبعة المصرية، ط: الأولي ١٣٤٩ -١٩٣٠ء

١٢: صحيح البخاري: ١٠٣/ ٤ (رقم الحديث :٣١٨٣)

١٣: إكمال المعلم بفوائد مسلم: ٥٢٣/ ٣، (باب فضل النفقة والصدقة علي الأقربين)

١٤: سنن أبي داود للحافظ سليمان ابن الأشعث السجستاني (المتوفي:٢٧٥)، ٣٣٧/ ٤، "كتاب الأدب" الناشر: المكتبة العصرية

١٥: صحيح البخاري: ٥/ ٨، "باب من بسط له في الرزق بصلة الرحم" (٥٩٨٦)

١٦: سنن الترمذي لأبي عيسي محمد بن عيسي بن سورة (المتوفي سنة:٢٩٧)، ٣٥١/ ٤، "باب ماجاء في تعليم النسب"، (١٩٧٩ء)، ناشر: شركة ومطبعة مصطفي البابي الحلبي، ط:الأولي ١٣٨٢ / ١٩٦٢ء

١٧:شعب الإيمان للحافظ أبي بكر أحمد بن الحسين البيهقي (المتوفي سنة:٤٥٨): ٣٣٨/ ١٠، (٧٥٩١) ناشر: مكتبة الرشد، ط: الأولىٰ ١٤٢٣ -٢٠٠٣م

١٨:صحيح مسلم، ١٩٨١/ ١، "باب صلة الرحم وتحريم قطيعتها"

کرپٹوکرنسی، این ایف ٹی، اور بلاک چین

جناب ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی
لیکچرر کمپیوٹر سائنس ڈیپارٹمنٹ
کارک انسٹیٹیوٹ آف ٹیکنالوجی (سی آئی ٹی) آئرلینڈ

تعارف، مغالطے، شرعی نقطۂ نظر اور ہماری ذمہ داری

(تیسری قسط)

کرپٹوکرنسی کیا ہے؟

ایسی کرنسی جس کے اندر بہت ہی زیادہ طاقت ور کرپٹوگرافک الگورتھمز Cryptographic Algorithms کا استعمال ہوتا ہو اس کو کرپٹوکرنسی (Crypto Currency) کہا جاتا ہے۔ کرپٹوکرنسی ایک طرح کا کرپٹو اثاثہ ہے۔ کرپٹو اثاثہ اصل میں قدر اور حقوق کا ڈیجیٹل اظہار ہے، جس کو ہم ڈسٹری بیوٹڈ لیجر ٹیکنالوجی اور اس سے ملتی جلتی ٹیکنالوجیز کی مدد سے الیکٹرونک طور پر منتقل اور محفوظ کر سکتے ہیں۔ کرپٹوکرنسی، ورچوئل کرنسی، این ایف ٹی، ٹوکن، ڈی سینٹرلائزڈ فنانس اور اس سے متعلقہ پروڈکٹس اور سروسز کو ہم عام طور سے کرپٹو اثاثہ تصور کرتے ہیں۔ عمومی طور پر ڈیجیٹل کرنسی Digital Currency کے اندر ان ہی کرپٹوگرافک الگورتھمز Cryptographic Algorithms کا استعمال ہوتا ہے، لہٰذا ڈیجیٹل کرنسی کو کرپٹوکرنسی بھی کہا جاتا ہے۔ ڈیجیٹل کرنسی وہ کرنسی ہوتی ہے جس کا حسی طور پر کوئی وجود نہ ہو، اور وہ اپنے چلنے میں کمپیوٹر کی محتاج ہو، لہٰذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ کرپٹوکرنسی ایک ایسی کرنسی کو کہا جاتا ہے جس کے نظام کو چلانے کے لیے کمپیوٹر نیٹ ورک (بلاک چین-Blockchain) کی ضرورت پڑتی ہے۔ یہ بلاک چین سسٹم کرپٹوکرنسی کی مینیجمنٹ اور کھاتوں کے نظام کو محفوظ بنانے میں مدد فراہم کرتا ہے۔ اس کی مدد سے نہ صرف یہ کہ نئی کرپٹوکرنسی وجود میں آتی ہے، بلکہ اس کی خرید و فروخت بھی اسی بلاک چین نیٹ ورک کے مرہونِ منت ہوتی ہے۔

کرپٹوگرافی یا کرپٹولوجی Cryptography Cryptology دراصل اس فن کو کہا جاتا ہے جس کے اندر مخفی تحریروں کو تبادلہ کیا جاتا ہے۔ اس فن کو رمز نگاری، خفیہ زبان یا پیغامات کو اس طرح اِن کوڈ Encode کرنے کا طریقہ بتلایا جاتا ہے کہ جس کے اندر کسی تحریر کو دشمن کی موجودگی میں وصول کنندہ کے علاوہ کوئی دوسرا نہ

پڑھ سکے۔ یہ ریاضی کی ایک شاخ ہے اور کمپیوٹر سائنس کا اہم موضوع ہے۔ اِن کوڈ نگ Encoding دراصل تحریر کو کسی مختلف زبان (یا مختصر زبان) میں لکھنے کو کہتے ہیں اور اس کے ذریعے سے مختلف مقاصد حاصل کیے جاتے ہیں، مثلاً تحریر کو چھپانا یا تحریر کو اس طرح سے تبدیل کرنا کہ وہ چھوٹی ہو جائے، تاکہ وہ کمپیوٹر میموری میں کم جگہ لے۔ اسی طریقے سے مواصلاتی نظام کے اندر بھی اِن کوڈ نگ کو استعمال کیا جاتا ہے، تاکہ مختصر ڈیٹا ہم بھیجیں اور انرجی کم خرچ ہو اور زیادہ سے زیادہ مواد ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ جائے۔ کرپٹو گرافک الگورتھم کمپیوٹر کے وہ پروگرامز ہوتے ہیں جن کی مدد سے ہم ڈیٹا کو محفوظ بناتے ہیں اور ان میں سے چند مشہور اقسام یہ ہیں: اِن کرپشن Encryption، ڈیجیٹل سگنیچر Digital Signature، اور ہیشنگ Hashing۔ الگورتھم کا لفظ محمد بن موسیٰ الخوارزمی کے نام پر رکھا گیا ہے جس پر آج کل کے تمام کمپیوٹر پروگرامز منحصر ہیں۔ اسی طریقے سے الجبر Algebra جو کہ ریاضی کی ایک شاخ ہے کا لفظ بھی انہی کی ایک کتاب سے لیا گیا ہے۔ [1]

مروجہ کاغذی کرنسی (روپیہ، ڈالر، یورو) کے نظام کو سینٹرل بینک اور حکومت کے ذریعے سے کنٹرول اور ریگولیٹ کیا جاتا ہے، جبکہ کرپٹو کرنسی کا معاملہ اس کے برعکس ہے، لہٰذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ کرپٹو کرنسی ’’عالمی کرنسی‘‘ کے طور پر بھی جانی جاتی ہے۔ اسی وجہ سے مختلف ممالک میں کرپٹو کرنسی کی ترسیل Cross-Border Transfer با آسانی ہو سکتی ہے۔

مشہور کرپٹو کرنسیوں میں بٹ کوائن Bitcoin، ایتھر Ether، لائٹ کوائن Litecoin، ریپل Ripple، ایکس آر پی XRP وغیرہ شامل ہیں اور اس وقت سترہ ہزار سے زائد مختلف اقسام کی کرپٹو کرنسی عالمی مارکیٹ میں خرید و فروخت کے لیے موجود ہیں۔ ان کرپٹو کرنسیوں کو کرپٹو کرنسی ایکسچینج سے یورو، ڈالر یا پاکستانی روپیہ کے بدلے خریدا جا سکتا ہے۔ آسان طریقہ کار یہ ہے کہ سب سے پہلے آپ کرپٹو کرنسی والٹ انسٹال کریں گے اور اسی کے ذریعے سے کرپٹو کرنسی کی خرید و فروخت اور تبادلہ کیا جا سکتا ہے۔ اسی طریقے سے کرپٹو کرنسی کو مائننگ پراسس کے ذریعے سے بھی حاصل کیا جا سکتا ہے۔

کوائن اور ٹوکن میں فرق

کرپٹو اثاثوں کی دنیا میں دو اصطلاحات بہت عام استعمال ہوتی ہیں، ان میں پہلی ’’کوائن‘‘ Coin ہے، جبکہ دوسری ’’ٹوکن‘‘ Token ہے۔ کوائن وہ کرپٹو کرنسی ہے جس کو کام کرنے کے لیے کسی اور پلیٹ فارم کی ضرورت نہیں پڑتی، جیسے بٹ کوائن Bitcoin، ریپل Ripple، ایتھر Ether اور ان کو Standalone Crypto Currency بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے بالمقابل ٹوکن وہ کرپٹو کرنسی ہے جس کو کام کرنے کے لیے

کسی اور پلیٹ فارم کی ضرورت پڑتی ہے، جیسے EOS Augur Golen وہ ٹوکن ہیں جو کہ ایتھریم Ethereum کے اوپر بنائے گئے ہیں۔کوائن اور ٹوکن کو ہم ایک دوسرے طریقے سے بھی سمجھ سکتے ہیں، مثلاً ایک گاڑی ہے جو کہ آپ نے خرید لی۔اب اس گاڑی کی دیکھ بھال آپ نے کرنی ہے، یہ کوائن کی مثال ہے۔ اس کے برعکس اگر آپ نے ایک گاڑی کرایہ پر لی ہے تو اس کی دیکھ بھال کی ذمہ داری آپ پر نہیں ہے اور آپ کرایہ دے کر گاڑی استعمال کر سکتے ہیں۔یہ مثال ٹوکن کی ہے،یعنی کوائن کے اندر آپ کا اپنا بلاک چین کا نیٹ ورک ہوتا ہے اور آپ کو اس کی دیکھ بھال کرنی ہوتی ہے، جبکہ ٹوکن کے اندر آپ کسی اور کا بلاک چین کا نیٹ ورک استعمال کرتے ہیں اور اس کے اوپر اپنی کرپٹوکرنسی لانچ کرتے ہیں۔اگر ہمیں یہ معلوم کرنا ہے کہ سترہ ہزار کرپٹوکرنسیوں میں سے کون سی کوائن ہیں اور کون سی ٹوکن؟ تو ہم کوائن مارکیٹ کیپ نامی ویب سائٹ www.coinmarketcap.com پر اس کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔

کرپٹوکرنسی کی مدد سے ہم کس طرح مارکیٹ سے اشیاء خرید سکتے ہیں؟

کرپٹوکرنسی کے مدد سے اگر ہم مارکیٹ سے اشیاء خریدنا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے ہمیں اپنے کمپیوٹر یا موبائل میں والٹ انسٹال کرنا پڑے گا۔اس کے بعد ہمارے والٹ کے اندر کرپٹوکرنسی کی مناسب مقدار ہونی چاہیے۔یہ کرپٹوکرنسی کوئی بھی ہوسکتی ہے، مثلاً بٹ کوائن، ایتھر، لائٹ کوائن، ایکس آر پی وغیرہ۔اس کے ساتھ ساتھ ہمیں کرپٹوکرنسی ایکسچینج سے رابطہ کرکے سب سے پہلے کرپٹوکرنسی خریدنی پڑے گی۔اس کو اس طرح سمجھئے کہ ہم ایک لاکھ پاکستانی روپے کے عوض کرپٹوکرنسی ایکسچینج سے بٹ کوائن یا کوئی دوسری کرپٹوکرنسی خریدیں گے، پھر یہ کرپٹوکرنسی ہمارے اکاؤنٹ (والٹ) میں آجائے گی اور پھر اس سے ہم اپنی مطلوبہ اشیاء خرید سکتے ہیں۔یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ اس کرپٹوکرنسی سے ہم وہی اشیاء خرید سکتے ہیں جن کی قیمت کرپٹوکرنسی میں متعین ہو اور جن کو کرپٹوکرنسی سے لینے کی اجازت ہو۔اگر ہمیں کوئی ایسی چیز خریدنی ہے جس کی قیمت پاکستانی روپے، یورو یا امریکی ڈالر میں لکھی ہے تو ہمیں ایسی اشیاء یا اثاثے خریدنے کے لیے کرپٹوکرنسی ایکسچینج Coinbase, Binance, Bitfinex کو استعمال کرتے ہوئے اپنی کرپٹوکرنسی کو کاغذی کرنسی میں تبدیل کریں گے اور اپنی مطلوبہ اشیاء کو خریدیں گے۔

کرپٹوکرنسی کی مارکیٹ اتنی غیر مستحکم کیوں ہے؟

کرپٹوکرنسی کی مارکیٹ کے غیر مستحکم ہونے کے کئی عوامل ہیں۔سب سے پہلے تو طلب اور رسد Supply and Demand کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے۔دوسرا یہ کہ چونکہ حکومت یا سینٹرل بینک ان کرپٹوکرنسی

کے پیچھے نہیں ہوتا، لہٰذا کرپٹوکرنسی پر حکومت یا سینٹرل بینک کا کنٹرول نہیں ہوتا اور اس وجہ سے اس میں بہت زیادہ اتار چڑھاؤ آتا ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ کرپٹوکرنسی کے اندر بذاتِ خود اپنی کوئی ذاتی قدر Intrinsic Value نہیں ہوتی، جیسا کہ سونا چاندی وغیرہ میں ہوتی ہے (اگرچہ مارکیٹ میں اس وقت ہمیں کچھ ایسی کرپٹوکرنسی بھی مل جائیں گی، جن کے پیچھے سونا ہے)۔ اسی طرح اور بھی کچھ عوامل ہیں جن کی وجہ سے کرپٹوکرنسی کی مارکیٹ اتنی زیادہ غیر مستحکم ہے، مثلاً مائننگ کی وجہ سے جس میں بہت زیادہ بجلی کا استعمال ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ کرپٹوکرنسی قیاس آرائی، سٹے بازی Speculation کی وجہ سے بہت زیادہ غیر مستحکم ہوتی ہے۔

کرپٹوکرنسی کو عالمی سطح پر بینک کیوں تسلیم نہیں کرتے؟

کرپٹوکرنسی کو عالمی سطح پر بینک اس لیے تسلیم نہیں کرتے، کیونکہ ان کے کام کرنے کا طریقہ کار مختلف ہوتا ہے۔ سب سے پہلے تو کرپٹوکرنسی ڈی سینٹرلائزڈ Decentralized ہوتی ہے اور بلاک چین کے نیٹ ورک پر انحصار کرتی ہے۔ اس کے علاوہ کرپٹوکرنسی کے استعمال کرنے والے پوری دنیا میں کہیں بھی ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح سے کرپٹوکرنسی کی کوئی قانونی حیثیت آئرلینڈ یا کسی اور دوسرے یوری یونین کے ملک میں نہیں ہے، یعنی کرپٹوکرنسی کو سینٹرل بینک آف آئرلینڈ یا دوسرے یورپین سینٹرل بینک ریگولیٹ نہیں کرتے۔ تیسرے یہ کہ کرپٹوکرنسی کے پیچھے کوئی حکومت نہیں ہوتی۔ چوتھے یہ کہ کرپٹوکرنسی کی اپنی کوئی ذاتی قدر نہیں ہوتی۔ اس کے ساتھ ساتھ اور بھی کئی مسائل ہیں، جیسا کہ جب ہم بینک میں اکاؤنٹ کھلواتے ہیں تو بینک یہ تسلی کرتا ہے کہ بینک میں اکاؤنٹ کھلوانے والا کون (Know Your Customer KYC) ہے اور یہ چیز کرپٹوکرنسی میں تسلی بخش طریقے سے موجود نہیں ہے۔ اسی طریقے سے منی لانڈرنگ اور دہشت گردی میں جو پیسے استعمال ہوتے ہیں، بینک اور حکومتیں اس کو بھی ٹریک کرتی ہیں، اس کے متعلق بھی کرپٹوکرنسی میں کچھ مسائل ہیں جس کو Anti-Money Laundering and Counterfeiting of Finance of Terrorism (AML/CFT) وغیرہ کہتے ہیں، لہٰذا ان تمام عوامل کی وجہ سے کرپٹوکرنسی کو عالمی سطح پر بینک تسلیم نہیں کرتے۔

اس وقت کرپٹوکرنسی میں اتنی سرمایہ کاری کیوں بڑھ گئی ہے؟

کرپٹوکرنسی کی مارکیٹ بہت زیادہ غیر مستحکم اور اُتار چڑھاؤ کا شکار ہے اور اسی وجہ سے اس کے اندر (Return on Investment ROI) سرمایہ کاری میں نفع بہت زیادہ ہے، مگر یہ بہت پُرخطر بھی ہے۔ اس کو اس مثال سے سمجھئے: جنوری ۲۰۲۱ء میں ایک بٹ کوائن تیس ہزار یورو سے زیادہ کا تھا۔ اپریل ۲۰۲۱ء میں ایک بٹ کوائن کی قیمت سینتیس ہزار یورو سے زیادہ تھی۔ پھر اکتوبر ۲۰۲۱ء میں اس بٹ کوائن کی قیمت ترپن

ہزار یورو سے زیادہ کی تھی۔ لہٰذا اگر کسی نے بٹ کوائن میں جنوری ۲۰۲۱ء میں سرمایہ کاری کی تو اکتوبر ۲۰۲۱ء میں اس کو تیئیس ہزار یورو کا نفع ایک سال سے کم عرصے میں ملے گا جو کہ تقریباً تریسٹھ لاکھ پاکستانی روپے بنتا ہے۔ یہ بہت زیادہ منافع ہے اور یہ وہ اصل وجہ ہے جس کی وجہ سے سرمایہ کار جوق در جوق کرپٹوکرنسی میں سرمایہ کاری کررہے ہیں۔ یہاں پر ہم آپ کو تصویر کا دوسرا رخ بھی بتانا چاہتے ہیں۔ اگر کسی نے اکتوبر میں کرپٹوکرنسی میں سرمایہ کاری کی تو اب اس کو تیئیس ہزار یورو (تقریباً تریسٹھ لاکھ پاکستانی روپے) کا نقصان اُٹھانا پڑے گا۔ دوسری وجہ کرپٹوکرنسی میں سرمایہ کاری کرنے کی یہ ہے کہ آج کل این ایف ٹی مارکیٹ میں بہت زیادہ رجحان ہے اور این ایف ٹی کو خریدنے کے لیے ہم کرپٹوکرنسی کا ہی استعمال کرتے ہیں۔

ٹیبل نمبر ۲: کرپٹوکرنسی اور سینٹرل بینک ڈیجیٹل کرنسی میں فرق

کرپٹوکرنسی	سینٹرل بینک ڈیجیٹل کرنسی
بینک کے نظام کا اس پر کنٹرول نہیں ہے۔	بینک اس کو کنٹرول کریں گے۔
حکومت اس کی پُشت پر نہیں ہوتی۔	حکومت اس کی پُشت پر ہوگی۔
اس کی ذاتی قدر طلب اور رسد کی بنیاد پر ہوتی ہے۔	کچھ عوامل کی بنیاد پر حکومت اور سینٹرل بینک اس کی ذاتی قدر متعین کریں گے۔
اس میں قدر کی شرح غیر متعین ہے، یعنی اس میں بہت زیادہ تغیر ہوتا ہے۔	اس میں قدر کی شرح تقریباً متعین ہوتی ہے اور اس میں اتنا زیادہ تغیر نہیں ہوتا۔
یہ پوری دنیا میں استعمال ہوسکتا ہے اور اس کی ترسیل کے لیے ایکسچینج کی ضرورت نہیں پڑتی۔	اس کا استعمال اس کو ریگولیٹ کرنے والے ممالک کریں گے اور اس کی ترسیل کے لیے ایکسچینج ریٹ کی ضرورت پڑتی ہے۔
ٹرانزیکشن کے حساب سے اس کی رفتار سُست ہے۔	ٹرانزیکشن کے حساب سے اس کی رفتار بہت تیز ہے۔

کرپٹوکرنسی کا متبادل یعنی یورپ میں سینٹرل بینک ڈیجیٹل کرنسی پر قانون سازی

کرپٹوکرنسی کے مقابلے میں اس وقت جو یورپ کے سینٹرل بینک ہیں، وہ اس کے متبادل پر کام کررہے ہیں اور اس کو وہ ڈیجیٹل کرنسی کا نام دے رہے ہیں۔ یہ ڈیجیٹل کرنسی انہی سینٹرل بینک کے تابع ہوگی،

یعنی ابھی ہمارے پاس یورو ہے جس کو یورپ کا سینٹرل بینک کنٹرول کررہا ہے اور یورو کاغذی نوٹ اور سکے کی شکل میں حسی طور پر ہمارے سامنے موجود ہے۔ کرپٹو کرنسی کے مقابلے میں یورپ یورو کو Digitalize ڈیجیٹلائزڈ کررہا ہے اور عنقریب یورو ڈیجیٹل شکل میں بھی موجود ہوگا، یعنی سینٹرل بینک ڈیجیٹل کرنسی (Central Bank Digital Currency CBDC) کا اجرا ہونے والا ہے، مگر بنیادی طور پر اس میں وہ سقم نہیں ہوگا جو کہ کرپٹو کرنسی میں موجود ہے، جیسا کہ ٹیبل نمبر:۲ میں ہم نے صراحت کی ہے۔

حوالہ/ ہنڈی اور کرپٹو کرنسی میں مماثلت

حوالہ اور ہنڈی کا کاروبار بین الاقوامی اور ملکی قانون کے تحت ممنوع ہے اور اس کی بنیادی وجہ منی لانڈرنگ اور پیسوں کی ترسیل کو بینکنگ چینل کے بجائے دوسرے ذریعے سے بھیجنا ہے۔ اگر حکومتی قانون حوالہ ہنڈی کی اجازت دیتا ہے تو پھر حوالہ ہنڈی کے حکم کی مزید تفصیل ہے جو کہ مفتیانِ کرام سے معلوم کی جاسکتی ہے۔ حکومتوں کو اپنے نظام چلانے کے لیے ٹیکس لینا ہوتا ہے، لہٰذا وہ تمام معاشی سرگرمیوں کو حکومتی دائرہ کار یعنی ٹیکس رجیم Tax Regime کے اندر لانا چاہتی ہیں۔ تو اس تناظر میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ حوالہ ہنڈی سینٹرل بینک اور حکومت کے نظام سے ہٹ کر پیسوں کی ترسیل چاہتا ہے، یعنی جس کے پیچھے حکومت نہیں ہوتی اور لوگ آپس میں ہی لین دین اور پیسوں کا تبادلہ کرتے ہیں، اس سے ایک طرف تو ان کو بہت جلدی پیسوں کی ترسیل ہوجاتی ہے اور دوسری طرف ان کو بینکوں کی فیس بھی ادا نہیں کرنی پڑتی اور ایکسچینج ریٹ بھی مناسب ملتا ہے۔ تقریباً یہی صورت حال کرپٹو کرنسی کے لحاظ سے بھی ہے کہ اس کے اندر بھی پیسوں کی ترسیل کی جاتی ہے، سینٹرل بینک اور حکومت کے نظام سے ہٹ کر، البتہ حوالہ ہنڈی کرپٹو کرنسی سے اس طرح سے الگ ہے کہ حوالہ ہنڈی میں ہم کاغذی کرنسی کی ترسیل کرتے ہیں، جبکہ کرپٹو کرنسی میں ایک نئی ڈیجیٹل کرنسی کا نظام وجود میں آتا ہے۔

این ایف ٹی کیا ہے اور اس کی خرید وفروخت کہاں ہوتی ہے؟

این ایف ٹی (Non-Fungible Token NFT) کا مخفف ہے۔ این ایف ٹی اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ ڈیجیٹل میڈیا کا اصل مالک کون ہے؟ این ایف ٹی کو پبلک بلاک چین (ایتھریم) کے ذریعے محفوظ کیا جاتا ہے اور ایک خاص انفرادی نشان Identifier بھی اس کو لگایا جاتا ہے جو کہ کرپٹوگرافیکلی Cryptographically Secure محفوظ ہوتا ہوا اور نان فن جیبل ڈیجیٹل اثاثے کی ملکیت کو ظاہر کرتا ہے۔ این ایف ٹی کے اندر یہ صلاحیت ہے کہ اس کی مدد سے ہم نئے سرے سے حقوقِ مجردہ Digital Property Rights ڈیجیٹل اثاثوں کی خرید وفروخت کی تعریف اور اصولوں کو بنا سکتے ہیں۔ این ایف ٹی کے ذریعے سے

کوئی شخص کسی بھی ڈیجیٹل اثاثے کی ملکیت کو ثابت کرسکتا ہے اور اس کے ذریعے سے ہم ڈیجیٹل اثاثوں کے اصل مالک کا تعین کرسکتے ہیں اور نت نئے خرید وفروخت کے طریقے ایجاد کیے جاسکتے ہیں۔

این ایف ٹی اور کرپٹو کرنسی میں ایک طرح کی مماثلت ہے کہ دونوں ہی بلاک چین نیٹ ورک کے ذریعے وجود میں آتے ہیں۔ یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ این ایف ٹی کرپٹو کرنسی نہیں ہے اور ہمیں ہر این ایف ٹی، این ایف ٹی مارکیٹ میں ایک انفرادی حیثیت میں ملے گا۔ ویڈیو گیمز سے لے کر تصویروں تک اور میوزک سے لے کر ڈیجیٹل آرٹ تک اور ٹوئیٹ Tweet سے لے کر این بی اے کے ٹاپ شاٹ NBA Top Shot تک جن کو مشغلہ Collectables کے طور پر جمع کیا جاتا ہے، سبھی این ایف ٹی بن سکتے ہیں۔ اسی طرح سے اگر کسی کا ٹکٹ جمع کرنے کا مشغلہ ہے تو لوگوں کو معلوم ہے کہ بعض مرتبہ نایاب ٹکٹ کتنا مہنگا بکتا ہے، اگر یہی ٹکٹ کی تصویر ڈیجیٹل شکل میں موجود ہو تو وہ بھی این ایف ٹی بن سکتی ہے۔ ایک اور نکتہ ہمیں واضح ہونا چاہیے کہ کرپٹو کرنسیاں فن جیبل ہوتی ہیں، مثلاً ایتھر ETH فن جیبل ہے۔ اس کے برعکس این ایف ٹی ایک یونیک یعنی منفرد ٹوکن ہوتا ہے، اسی وجہ سے اس کو نان فن جیبل کہا جاتا ہے۔

این ایف ٹی کو خریدنے کے لیے ہمیں این ایف ٹی مارکیٹ میں جانا پڑے گا۔ چند مشہور این ایف ٹی مارکیٹ OpenSea Nifty Gateway NBA Top Shot Crypto Punks Rarible ہیں۔

این ایف ٹی کو خریدنے کے لیے سب سے پہلے ہمیں این ایف ٹی والٹ جیسا کہ Meta Mask Trust Wallet Coinbase اپنے کمپیوٹر یا موبائل میں انسٹال کرنا پڑے گا، اس کے بعد ہم اس کی خریداری کرسکتے ہیں۔ آیئے! ایک آسان مثال سے این ایف ٹی کو سمجھتے ہیں۔

مونا لیزا Mona Lisa کی تصویر حسی طور پر پیرس، فرانس کے Louvre Museum لووغ میوزیم میں موجود ہے۔ اب یہ ایک انفرادی اور یونیک تصویر ہے جو کہ بہت زیادہ قیمتی اور انمول ہے۔ اب کوئی اس کی کیمرے یا موبائل سے تصویر بناتا ہے اور دوبارہ پرنٹ کرتا ہے تو یہ اصل تصویر کا متبادل نہیں ہوسکتا اور کوئی آسانی سے اس تصویر کی نقل بھی نہیں بنا سکتا۔ تو مونا لیزا کی جو اصل تصویر میوزیم میں موجود ہے، وہ اپنی قیمت برقرار رکھے گی۔ اس کے برعکس اگر کوئی مصور کمپیوٹر کی مدد سے ڈیجیٹل تصویر بناتا ہے تو وہ بھی تو انمول اور انفرادی حیثیت کی حامل ہے۔ اب یہ مصور جیسے ہی اس تصویر کو انٹرنیٹ پر اپلوڈ کرے گا تو کوئی بھی شخص اس کو نہ صرف یہ کہ ڈاؤنلوڈ کرسکتا ہے، بلکہ اس کی سینکڑوں کاپیاں انٹرنیٹ پر پھیلائی جاسکتی ہیں اور یہ ساری تصویریں اصل تصویر کی ہوبہو نقل ہوں گی اور ان تصویروں میں اور اصل تصویروں میں کوئی فرق نہ ہوگا۔ اس کی وجہ سے جو مصور ڈیجیٹل آرٹ پر کام کرے گا، وہ بہت ساری مشکلات کا شکار ہوگا۔ اول یہ کہ وہ اس بات کا دعویٰ نہیں کرسکتا

کہ اصل تصویر اس کی بنائی ہوئی ہے۔ دوسرا یہ کہ اس کو تصویر کی اصل مالیت کا حصہ نہیں مل پائے گا، کیونکہ مونالیزا والی تصویر اگر میوزیم میں نمائش Exhibition میں لگی ہے تو میوزیم والے لوگوں کی آمد کے حساب سے اس کا حصہ رائلٹی Royalty میں مصور کو دیں گے۔ اس کے برعکس اگر یہی تصویر انٹرنیٹ میں موجود ہے تو کوئی بھی اس کو انٹرنیٹ سے کاپی کر کے اصل مصور کو معاشی طور پر بیش بہا نقصان پہنچا سکتا ہے۔ تیسری چیز یہ کہ بات صرف تصویر ہی کی حد تک نہیں، بلکہ کسی بھی قسم کے ڈیجیٹل اثاثے اس تشریح کے ذیل میں آئیں گے۔ تو ان سارے مسائل کو دیکھتے ہوئے کمپیوٹر کے ماہرین این ایف ٹی کا تصور لے کر آئے ہیں، یعنی جب آپ کے پاس این ایف ٹی ہے تو اس کو مطلب ہے کہ ڈیجیٹل اثاثوں کی یعنی ورچوئل اثاثوں کی خرید وفروخت کا اختیار آپ کے پاس ہے اور آپ این ایف ٹی کے ذریعے سے اس کی ورچوئل ملکیت کی خرید وفروخت کر رہے ہیں۔ جب آپ ایک این ایف ٹی کو منٹ Minting an NFT کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آپ کسی ڈیجیٹل اثاثے یا ڈیٹا کو کرپٹو کلیکشن میں تبدیل کر کے اس کا اندراج بلاک چین میں کر رہے ہیں۔

اس کو ایک مثال سے سمجھئے: اگر کسی شخص نے ایک ڈیجیٹل تصویر بنائی اور وہ اب انٹرنیٹ پر موجود ہے تو جتنی مرتبہ بھی لوگ اس کو ڈاؤنلوڈ کریں گے تو اس کا ایک حصہ مصور کو دیا جائے گا۔ اسی طریقے سے اگر کسی نے کوئی بیان آڈیو یا ویڈیو ریکارڈ کروایا تو وہ بیان اگر کسی ویب سائٹ کو دیا یا یوٹیوب پر رکھا تو چینل والے اس کا ایک حصہ اس کی آمدنی میں دیں گے۔ اس کے برعکس اگر این ایف ٹی کے ذریعے اس ڈیجیٹل اثاثے کو محفوظ بنایا گیا تو اس پرنت نئے مالیاتی طریقے جیسے نیو بزنس ماڈلز کے ذریعے سے آمدنی کے ذرائع پیدا کیے جاسکتے ہیں۔ یہاں تک تو بات سمجھ میں آتی ہے، مگر مسئلہ جب پیدا ہوتا ہے جب ان ڈیجیٹل اثاثوں اور حسی چیزوں میں کوئی تطبیق نہیں ہوتی۔ اصل میں یہ مسئلہ سمجھئے:

> ''اگر آپ کے پاس ایک این ایف ٹی ہے تو آپ کے پاس اس کی ایک خاص طریقے کی ملکیت ہے، مگر پھر بھی آپ اس ڈیجیٹل اثاثے کے حقیقی مالک نہیں ہیں۔''

یہ وہ بنیادی نقطہ ہے جس میں شریعت ہماری رہنمائی کرتی ہے۔ آپ نے پچھلی مثال میں دیکھا کہ آپ ایک این ایف ٹی کی مدد سے جامعۃ العلوم الاسلامیہ کی ڈیجیٹل زمین کے این ایف ٹی کے ذریعے سے مالک بن گئے اور آپ نے اس کی خرید وفرخت کرپٹو کرنسی کے مدد سے کی، مگر اس ڈیجیٹل زمین کی کوئی حقیقی حیثیت نہیں تھی۔ این ایف ٹی کے کام کرنے کے طریقہ کار کے مطابق اگر آپ ایک این ایف ٹی کے مالک ہیں تو اس کا قطعاً یہ معنی نہیں کہ آپ کے پاس اس کے کمرشل حقوق بھی موجود ہیں یا آپ ان کمرشل حقوق کے بھی مالک ہیں۔ این ایف ٹی کی ملکیت صرف یہ ثابت کرے گی کہ آپ ایک ڈیجیٹل اثاثے کے ایک خاص طریقے

سے مالک ہیں، یعنی آپ کو شیخی بگھارنے کے حقوق Bragging Rights حاصل ہوں گے۔ ساری بات کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر آپ ایک این ایف ٹی کے مالک ہیں تو یہ قطعی طور پر مماثلت نہیں رکھتا کہ آپ کسی حسی Physical Asset اثاثے کے مالک ہیں۔

اصلی دنیا میں کرپٹوکرنسی اور این ایف ٹی ذاتی قدر کیسے رکھتی ہے؟

کرپٹوکرنسی کی قدر بلاک چین نیٹ ورک پر Trust بھروسہ سے پیدا ہوتی ہے، یعنی کرپٹوکرنسی کی قدر اس کرپٹوکرنسی کے استعمال کرنے والوں پر منحصر کرتی ہے، یعنی کرپٹوکرنسی کے استعمال کرنے والے اس کرپٹوکرنسی کی مارکیٹ میں اس کرپٹوکرنسی کی طلب اور رسد کی بنیاد پر اس کی قدر کا تعین کرتے ہیں۔

این ایف ٹی کے تناظر میں ہر این ایف ٹی کی اپنی انفرادی قدر ہوتی ہے اور وہ کسی دوسرے این ایف ٹی کی قدر پر انحصار نہیں کرتی۔ این ایف ٹی کی قدر اس ڈیجیٹل اثاثے کی اہمیت اور انفرادی نوعیت Scarcity and Authenticity of Asset پر منحصر ہوتی ہے۔

لوگ کیوں این ایف ٹی خریدتے ہیں؟

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ لوگ این ایف ٹی کیوں خریدتے ہیں؟ بنیادی طور پر یہ لوگوں کے رجحان پر منحصر کرتا ہے۔ کچھ لوگ سرمایہ کاری کے لیے این ایف ٹی خریدتے ہیں، جبکہ دوسرے لوگوں کا مقصد اس کو استعمال کرنا ہوتا ہے۔ ایک این ایف ٹی جو کہ پانچ ہزار تصاویر پر مشتمل ایک تصویر ہے Every Days: The First 5000 Days، ابھی حال ہی میں اس کو ۶۹ ملین امریکی ڈالر میں فروخت کیا گیا۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ این ایف ٹی اتنی زیادہ قیمت پر بیچا جا رہا ہے تو انہوں نے دیکھا دیکھی این ایف ٹی میں سرمایہ کاری شروع کردی اور اسی وجہ سے مارکیٹ کے اندر این ایف ٹی خریدنے کا اتنا زیادہ رجحان ہے۔ اگر ہم این ایف ٹی کو استعمال کرنا چاہتے ہیں تو ہم بھی این ایف ٹی کو خرید سکتے ہیں، تاکہ ہم کسی ڈیجیٹل اثاثے کی ملکیت ظاہر کرسکیں، مثلاً کسی شخص نے کمپیوٹر پر ایک ڈیجیٹل تصویر بنائی اور اب وہ چاہتا ہے کہ اس تصویر کی ملکیت کا کوئی دوسرا دعویٰ نہ کرسکے تو وہ این ایف ٹی کا استعمال کرکے اس تصویر کی ملکیت کو ثابت کرسکتا ہے۔

کمپیوٹر گیم کے اندر این ایف ٹی کا استعمال

جو لوگ کمپیوٹر گیم کھیلتے ہیں، وہ گیم کے اندر کافی ساری چیزیں خریدتے ہیں۔ کچھ لوگ ان گیمز میں استعمال ہونے والے اثاثوں کو eBay یا Player Auctions پر بیچتے ہیں اور اس کے اندر دھوکہ دہی کا

امکان ہوتا ہے کہ گیم کے اندر استعمال ہونے والا اثاثہ واقعتاً بیچنے والے شخص کا ہے بھی یا نہیں؟ اور خریدنے کے بعد خریدنے والے کو یہ اثاثہ ملے گا بھی یا نہیں؟ تو اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے بھی این ایف ٹی کا استعمال ہوتا ہے، جو کہ گیم کے اندر استعمال ہونے والے اثاثوں کی ملکیت کو ظاہر کرتا ہے۔

کرپٹو کِٹیCrypto Kitties ایک بلاک چین ویڈیو گیم ہے، جس کو ایتھریم کے اوپر بنایا گیا ہے۔ اس ویڈیو گیم کے اندر بلی کی ڈیجیٹل تصویر کی خرید وفروخت اور افزائشِ نسل (Breeding) بھی کی جاسکتی ہے، یعنی مارکیٹ پلیس پر جاکر نہ صرف یہ کہ ان بلیوں کو ایتھریم کی مدد سے خریدا جاسکتا ہے، بلکہ افزائشِ نسل کے تحت نئی بلی بھی بنائی جاسکتی ہے۔

کیا این ایف ٹی کی مدد سے حقیقی دنیا کے قیمتی اثاثوں کو بھی محفوظ بنایا جاسکتا ہے؟

این ایف ٹی کی مدد سے حقیقی دنیا کے قیمتی اصلی اثاثوں کا اظہار اور ان کو محفوظ بھی بنایا جاسکتا ہے، مثلاً Non Fungible Goods نان فنجیبل اشیاء۔ البتہ جب ہم حقیقی دنیا کے اثاثوں کا اظہار این ایف ٹی کی مدد سے کریں گے تو یہ بات ملحوظِ خاطر رہے کہ وہ قانونی طور پر تسلیم شدہ ہو اور ایک ہی اثاثے کی مختلف ڈیجیٹل شکلیں بنا کر ان کو ایک سے زائد مرتبہ نہ اظہار کیا جائے، ورنہ پھر جیسا ہم نے جامعۃ العلوم الاسلامیہ کی مثال میں دیکھا کہ اگر حقیقی اثاثے کو این ایف ٹی کے ذریعے سے اظہار کیا جائے، مگر اس کو حکومت تسلیم نہ کرے تو اس طرح کی بیع میں بہت ساری شرعی قباحتیں ہیں۔

این ایف ٹی اور اس کی نقل میں فرق کیسے کیا جائے گا؟

این ایف ٹی مارکیٹ کے اندر ہر این ایف ٹی کا ایک انفرادی نشان Identifier ہوتا ہے، جس کی وجہ سے اس این ایف ٹی کو دوسرے این ایف ٹی سے الگ سمجھا جاسکتا ہے اور اسی نشان Identifier کی بنیاد پر اس این ایف ٹی کے اصلی مالک کی نشاندہی کی جاسکتی ہے۔ این ایف ٹی کی مدد سے کسی بھی ڈیجیٹل اثاثے کو ٹریس کیا جاسکتا ہے، اس کی اصل ملکیت کا تعین کیا جاسکتا ہے اور اس بات کا تعین کیا جاسکتا ہے کہ وہ ڈیجیٹل فن پارہ کا اصل مسکن یا کہاں سے اس کی بیع کی شروعات ہوئی؟ اس کا بھی تعین کیا جاسکتا ہے۔

میٹاورس کیا ہے؟

میٹاورس بنیادی طور پر ایک ڈیجیٹل تخیلاتی دنیا یعنی ورچوئل دنیا کا نام ہے۔ آپ میں سے اگر کسی کو کمپیوٹر گیمز کھیلنے کا اتفاق ہوا ہو تو آپ کے علم میں ہوگا کہ اس کے اندر کچھ ڈیجیٹل کردار بنائے جاتے ہیں اور گیم

کے اندر کے ماحول کو بالکل اصل زندگی کے مطابق ڈھالا جاتا ہے۔ جو کمپیوٹر گیم جتنا زیادہ حقیقی زندگی اور کرداروں سے مشابہت اختیار کرے گا، وہ اتنا ہی اچھا گیم تصور کیا جائے گا۔ اب اس گیم کی ورچوئل دنیا کو اگر ہم اعلیٰ قسم کے سائنسی آلات کے ساتھ جوڑ کر اس کو حقیقی دنیا سے جوڑیں تو یہ میٹاورس بن جاتا ہے۔

اسمارٹ کانٹریکٹ

اسمارٹ کانٹریکٹ Smart Contract ایک طرح کا ڈیجیٹل کانٹریکٹ ہے۔ مستقبل کے اسمارٹ کانٹریکٹ کے اندر جو ممکنہ مسائل ہو سکتے ہیں، ان میں گواہ بنانے سے متعلق شریعتِ اسلامی کے متعلق احکامات ہیں، مثلاً جب اسمارٹ کانٹریکٹ لکھا جائے گا تو اس کا گواہ کون ہوگا؟ کیا غیر جاندار کو گواہ بنایا جا سکتا ہے؟ اور پھر اگر مصنوعی ذہانت کی مدد سے یہ گواہ اپنی گواہی کو تبدیل کرے تو پھر کیا ہوگا؟ کیا کمپیوٹر گواہ کا کردار ادا کریں گے؟ اور پھر اگر کمپیوٹر گواہ کا کردار ادا کریں گے تو کیا ایسا شرعی طور پر جائز ہوگا؟ اگر جائز ہوگا تو شریعت میں عورت اور مرد کی گواہی کے الگ الگ احکامات ہیں، ان کو اس کمپیوٹر کے گواہوں پر کیسے منطبق کیا جائے گا؟

حواشی وحوالہ جات

[1] John L. Esposito, The Oxford History of Islam, Oxford University Press USA 1st Edition, 2000.

(جاری ہے)

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

شیخ الحدیث مولانا کریم بخشؒ کی رحلت

محمد اعجاز مصطفیٰ

جامعہ عمر بن خطاب ملتان کے بانی، رئیس، شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا کریم بخش ۲۶ / ربیع الثانی ۱۴۴۴ھ مطابق ۲۲ / نومبر ۲۰۲۲ء بروز منگل کچھ عرصہ بیمار رہنے کے بعد داعیِ اجل کو لبیک کہتے ہوئے عالم آخرت کو سدھار گئے، إنا للہ وإنا إلیہ راجعون، إن للہ ماأخذ ولہٗ ماأعطٰی وکل شيء عندہٗ بأجل مسمّٰی.

حضرت مولانا موصوف کی پیدائش ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۹۵۴ء ضلع لودھراں کے قصبہ گیلے وال کی نواحی بستی جال میں محترم جناب محمد بخشؒ کے گھر ہوئی۔ ابتدائی دینی تعلیم اور میٹرک کی عصری تعلیم اپنے علاقہ میں حاصل کی۔ سائنس کالج ملتان سے بی ایس سی کیا۔ اسی کالج کے زمانہ میں تبلیغ سے وابستہ ہوئے۔ عصری تعلیم کو خیر باد کہہ کر دینی تعلیم کے لیے جامعہ محمدیہ قصبہ مڑل میں مولانا عبدالرحیم صاحبؒ کے ہاں داخلہ لیا، علومِ عالیہ کے لیے جامعہ رشیدیہ ساہیوال کا انتخاب کیا۔ دورہ حدیث جامعہ خیرالمدارس ملتان سے کیا۔ آپ کے اساتذہ میں مولانا شبیرالحق کشمیری، حضرت مولانا محمد شریف کشمیری، حضرت مفتی عبدالستار، حضرت مولانا محمد صدیق اور حضرت مولانا فیض احمد قدس اللہ اسرارہم جیسی عبقری شخصیات تھیں۔ درسِ نظامی سے فراغت کے بعد آپ نے تبلیغ میں سات ماہ لگائے۔ اس کے بعد جامعہ علوم شرعیہ ساہیوال سے تدریس کا آغاز کیا، چار سال تک یہاں تدریس کی اور مشکوٰۃ تک کی کتب پڑھائیں۔ اس کے بعد پانچ سال اپنی مادرِ علمی جامعہ محمدیہ قصبہ مڑل میں خدمات انجام دیں۔ ایک سال جامعہ قاسم العلوم ملتان میں بھی تدریس کی۔

آپ نے اپنی سوچ اور فکر کے مطابق دینی ادارہ کی ضرورت محسوس کی، اکابر علماء سے مشورہ کیا، اس کے بعد ۱۹۹۳ء میں ایک کرائے کے مکان سے جامعہ عمر بن خطابؓ کی ابتدا کی۔ اس جامعہ کی جگہ ملنے کے بعد اس کا سنگ بنیاد حضرت خواجہ خان محمد، شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی اور

مفتی عبدالستار نور اللہ مرقدہم نے اپنے دست مبارک سے رکھا۔ حضرت مولانا نے اپنی محنت، جدوجہد اور اخلاص سے جامعہ کی آبیاری کی، اب اس ادارہ میں چار ہزار سے زائد طلبہ مرکز اور اس کی شاخوں میں زیرِ تعلیم ہیں۔ حضرت مولانا کریم بخش صاحبؒ نے اپنی ساری زندگی دعوت وتبلیغ کے لیے وقف کیے رکھی، آپ کے اندرون وبیرون ملک متعدد تبلیغی اسفار ہوئے، جن کا سلسلہ آخر تک جاری رہا۔ دعوت وتبلیغ کے سلسلے میں آپ نے انگلینڈ، بیلجیم، ساؤتھ افریقہ، سعودی عرب، یمن، مراکش، ملائیشیا، ہندوستان اور بنگلہ دیش کے اسفار کیے۔ رائیونڈ تبلیغی مرکز سے بھی کئی ممالک کے اجتماعات میں بیانات کے لیے آپؒ کی تشکیل ہوئی۔ آپؒ کو یہ بڑی حسرت تھی کہ امت دوبارہ سے دعوت وتبلیغ کے کام میں متحد ہوجائے، اخیر عمر میں یہ غم آپ پر سوار تھا۔

حضرتؒ کو تفسیر اور سیرت سے خصوصی شغف تھا۔ تفسیر، سیرت اور دیگر موضوعات پر آپؒ کی متعدد تصانیف منظر عام پر آچکی ہیں، جن میں تفسیر ''ہٰذا ابلاغ للناس''، خلاصہ القرآن، الیواقیت الحسان فی علوم القرآن (۸ جلد) مواعظ رمضان (۱۰ جلد)، جواہراتِ رمضان، خطباتِ کریم (۲ جلدیں) سیرتِ سیدنا ابراہیم علیہ السلام، تعوذ وتسمیہ کے فضائل وبرکات، مسنون زندگی، اسم محمد (ﷺ) تسہیل الترمذی شرح جامع الترمذی (۴ جلد) خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی، تسہیل النحو شامل ہیں۔ آپؒ کے دروس، مواعظ اور بیانات کا انداز ہی منفرد تھا، آپؒ کے بیانات تصنع اور بناوٹ سے خالی ہوتے تھے، اللہ تعالیٰ نے آپؒ کی بات میں بڑی تاثیر رکھی تھی، ملتان اور گردونواح کے لوگ آپؒ کے ہاں جمعہ نماز پڑھنا اپنی سعادت سمجھتے تھے۔ حضرتؒ نے ختم نبوت کے عنوان پر بھی کافی کام کیا، ختم نبوت کے ہر سٹیج پر آپؒ کے بیانات ہوئے، پچھلے سال چناب نگر کی سالانہ کانفرنس میں اختتامی بیان بھی آپؒ کا ہوا۔ سخاوت اور اخلاقِ حسنہ آپؒ کا وصف خاص تھا، آپؒ سے ملنے والا کوئی شخص بھی متأثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ آپ کا طرزِ زندگی انتہائی سادہ تھا، تمام عمر اپنا ذاتی مکان نہیں بنایا، مدرسہ کے مکان سے ہی حضرتؒ کا جنازہ اٹھا۔

مولانا کریم بخشؒ پچھلے کئی سال سے دل، گردہ اور شوگر کے عارضہ میں مبتلا تھے، مگر غیر معمولی ہمت اور حوصلے سے اپنے دینی کاموں کو بدستور جاری رکھے ہوئے تھے۔ آپ کے پسماندگان میں دو بیوگان، چار بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں، آپؒ نے اپنی تمام اولاد کو عالم بنایا۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کریم بخش صاحبؒ کی تمام دینی مساعی کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے، آخرت کی تمام منازل آسان فرمائے، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، اور ان کی اولاد کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

''KalPay'' کمپنی کے ساتھ معاملات کا شرعی حکم

ادارہ

ایک کاروباری مسئلہ میں شرعی راہ نمائی درکار ہے، مسئلہ یہ ہے کہ ہمارا الیکٹرانک آئٹم کا کاروبار ہے، ہم اپنی پراڈکٹ مختلف پلیٹ فارمز کے ذریعہ فروخت کرتے ہیں، جس میں سے ایک طریقہ ''Online E Commerce'' کا بھی ہے، جس میں ہم اپنی پراڈکٹ اپنی ویب سائٹ اور دیگر اس طرح کی مارکیٹ سے آن لائن فروخت کرتے ہیں، ہم چاہتے ہیں ہم اپنے کسٹمرز کو زیادہ سے زیادہ سہولیات دے سکیں، تاکہ کسٹمر کی ضرورت بھی پوری ہو، اور ہمارے کسٹمرز کی تعداد بھی بڑھے، اس سہولت کے پیشِ نظر ایک طریقہ قسطوں (Instalment) پر اشیاء فروخت کرنے کا ہے، چوں کہ ہم خود مختلف وجوہات کی بنا پر یہ طریقہ اختیار نہیں کرتے، اس لیے اس سہولت کو حاصل کرنے کے لیے ہم نے انسٹالمنٹ کی سہولت فراہم کرنے والی کمپنی سے بات چیت کی ہے، ان میں ایک کمپنی ''KalPay'' ہے۔

انہوں نے جو ہمیں اپنا طریقہ کار بتایا اور اپنا ایگریمنٹ بھی دیا (جو استفتاء کے ساتھ منسلک ہے) اور زبانی طور پر بھی ہم نے ان سے تفصیلات معلوم کیں، جس کا حاصل یہ ہے کہ:

اگر کسی کسٹمر کو ہماری پراڈکٹ چاہیے ہو تو وہ ہماری ویب سائٹ پر آئے گا، اور وہاں کسی بھی پراڈکٹ کو خریدے گا، اس کے بعد اس چیز کی قیمت ادا کرنے کے لیے اس کے پاس مختلف آپشن میں سے ایک ''KalPay'' کا آپشن ہوگا، اگر وہ اس آپشن کو منتخب کرے تو ''KalPay'' اس پراڈکٹ کی مکمل قیمت (سروس چارجز کاٹ کر) ہمیں ادا کردے گا، اور اس کسٹمر سے وہ رقم دو، تین یا چار ماہ کی قسطوں میں وصول کرلے گا، اس کے عوض وہ کسٹمر سے کسی قسم کے چارجز نہیں لے گا، اور وہ ہم سے فی پراڈکٹ ۵٪ (پانچ فیصد) سروس چارجز لے گا۔

اس کا فائدہ کسٹمر کو یہ ہوگا کہ اس کو جو پراڈکٹ نقد میں جتنے کی ملنی تھی، اتنی ہی قیمت میں اس کو

وہ پراڈکٹ قسطوں پر مل جائے گی، اور اس کو کسی قسم کے اضافی چارجز ادا نہیں کرنے ہوں گے۔ اور ہمیں اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ ہمیں اپنی پراڈکٹ کے مکمل پیسے فوری مل جائیں گے، جس سے ہمارے کسٹمر کی تعداد میں اضافہ ہوگا، اور ہمارا پیمنٹ وصول کرنے کا رسک ختم ہوجائے گا۔

نوٹ:

''KalPay'' کے منسلکہ ایگریمنٹ اور ان سے بات چیت کرنے سے مزید جو باتیں واضح ہوئیں، وہ درج ذیل ہیں:

❶-''KalPay'' ہم سے خرید وفروخت کا معاملہ نہیں کرتا، بلکہ صرف پیمنٹ کی ادائیگی کی سروس فراہم کرتا ہے، خرید وفروخت کی انوائس بھی عام خریداروں کی طرح ہمارے اور کسٹمر کے درمیان کی ہی بنتی ہے۔

❷-''KalPay'' ہماری پراڈکٹ کی باقاعدہ مارکیٹنگ نہیں کرتا، کسٹمر ہمارے اسٹور سے ہی سامان خریدتا ہے، البتہ صرف پیمنٹ کے طریقہ میں ''KalPay'' کے آپشن کا اضافہ ہوجاتا ہے، تاہم یہ ممکن ہے کہ بالواسطہ ایک قسم کی مارکیٹنگ خود ہی ہوجاتی ہے۔

❸-اگر کسٹمر پیمنٹ (یعنی قسطوں کی ادائیگی) نہیں کرسکا تو ہماری ذمہ داری نہیں ہوگی، بلکہ یہ ''KalPay'' کی ذمہ داری ہوگی، ہم ۵٪ (پانچ فیصد) سروس چارجز دے کر اس پیمنٹ کے رسک سے بری ہوجاتے ہیں۔

❹-کسٹمر اگر وقت پر پیمنٹ نہیں کرسکا، یا وہ درمیان میں ماہانہ اقساط بڑھانا چاہے تو اس پر اضافی رقم لاگو ہوتی ہے۔

مذکورہ بالا تمام تفصیلات کی روشنی میں آپ سے یہ درخواست ہے کہ ہمیں اپنے کسٹمرز کو سہولت دینے کے لیے ''KalPay'' سے مذکورہ معاملہ کرنا کیسا ہے؟ اگر شرعاً یہ جائز ہو تو ہم ان سے کام شروع کردیں، اور اگر ناجائز ہو تو اس کا اگر کوئی حل ممکن ہو تو اس کی راہ نمائی فرمادیں۔ مستفتی: محمد محفوظ

الجواب باسمہٖ تعالٰی

سوال میں بیان کردہ صورت اور منسلک معاہدہ کے مندرجات کے مطابق ''KalPay'' کمپنی کے معاملات کے شرعی حکم کا تعلق کمپنی کے مندرجہ ذیل معاملات سے ہے:

①-بیچنے والے (سائل) کو یہ سہولت فراہم کرے گی کہ وہ خریدار پر واجب الاداء رقم سائل کو نقد میں ادا کردے گی اور خریدار سے وصولی کی مکمل ذمہ داری خود لے لے گی، حتی کہ اگر خریدار رقم ادا

نہیں کرتا ہے تو ’’KalPay‘‘ کو سائل سے وصولی کا بھی اختیار نہیں ہوگا۔

② - اس سہولت کے عوض ’’KalPay‘‘ کمپنی سائل سے اس معاہدہ کے مطابق ۵٪ (پانچ فیصد) سروس چارجز وصول کرے گی۔ اور اس سروس چارجز کی وصولی کا طریقہ یہ ہوگا کہ ’’KalPay‘‘ سائل کو رقم کی ادائیگی کے وقت یہ ۵٪ (پانچ فیصد) منہا کرکے ہی ادا کرے گی۔

③ - اسی طرح ’’KalPay‘‘ کمپنی خریدار سے وقت پر ادائیگی نہ کرنے کی صورت میں یا اقساط بڑھانے کی صورت میں اضافی رقم وصول کرے گی۔

اب نمبر وار کمپنی کے مذکورہ تینوں معاملوں کا شرعی حکم بیان کیا جاتا ہے:

❶ - ’’KalPay‘‘ (کمپنی) کا سائل (بیچنے والے) کو سامان کی مکمل قیمت ادا کردینا اور وصولی کی مکمل ذمہ داری خود لینا (حتیٰ کہ وصولی نہ ہونے کی صورت میں بھی سائل سے مطالبہ کا اختیار نہ ہونا) شرعاً یہ دین (ادھار) کی خرید وفروخت کا معاملہ ہے، یعنی ’’KalPay‘‘ (کمپنی) سائل سے اس کا ادھار (وہ دین جو سامان کی خریداری کے عوض ہے) خرید لیتا ہے، گویا کہ اب ’’KalPay‘‘ (کمپنی) کا ادھار (دین) اس خریدار پر ہے اور سائل کا اب اس ادھار سے کوئی تعلق نہیں ہے، اسی وجہ سے خریدار کے ادا نہ کرنے کی صورت میں بھی سائل پر کسی قسم کا مالی بوجھ نہیں ہے۔ اس طرح ادھار (دین) کی خریداری درست نہیں ہے اور یہ بیع شرعاً باطل ہے، لہٰذا یہ معاملہ درست نہیں ہے۔

❷ - ’’KalPay‘‘ کمپنی جو ۵٪ (پانچ فیصد) سروس چارجز سائل سے لیتی ہے، وہ اس نقد ادائیگی کی سہولت کے عوض لیتی ہے، یعنی ’’KalPay‘‘ جو سائل سے اس کا ادھار (دین) خریدتی ہے، اس پر ۵٪ (پانچ فیصد) سروس چارجز لیتی ہے، جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ’’KalPay‘‘ سائل سے اس کا زیادہ قیمت کا ادھار (دین) کم قیمت پر خرید لیتی ہے (مثلاً ۱۰۰ روپے کا ادھار ۹۵ روپے میں خرید لیتی ہے)۔ اول شق نمبر:۱ میں گزر چکا کہ یہ ادھار خریداری کا معاملہ ہی درست نہیں ہے اور کم قیمت پر خریدنا اس کو سودی معاملہ بھی بنادے گا، کیونکہ نتیجہ کے اعتبار سے ’’KalPay‘‘ ۱۰۰ روپے کے عوض ۹۵ روپے خرید رہی ہے، لہٰذا اس معاملہ میں سودی معاملہ کا گناہ بھی ہوگا۔

❸ - ’’KalPay‘‘ کمپنی کا وقت پر قیمت کی ادائیگی نہ کرنے کی صورت میں اور قسطوں کی تعداد بڑھانے کی صورت میں اضافی رقم لینا جائز نہیں ہے، بلکہ یہ بھی سود ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ ’’KalPay‘‘ کمپنی کے مذکورہ تینوں معاملات ناجائز ہیں اور نمبر ۲ اور ۳ سودی معاملے ہیں، لہٰذا اس کمپنی کا کاروبار کا طریقۂ کار درست نہیں ہے، لہٰذا اس کمپنی کے ساتھ منسلکہ معاہدہ کے مطابق معاملہ کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ کمپنی کے معاملہ نمبر:۱ اور ۲ میں سائل براہِ راست شریک

ہوگا، کیونکہ کہ اُدھار (دین) کی خریداری کا معاملہ سائل سے ہی ہوگا اور سائل ہی سروس چارچز کی شکل میں سود کی ادائیگی ''KalPay'' کو کرے گا اور معاملہ نمبر: ۳ میں سائل براہِ راست شریک نہیں ہوگا، کیونکہ وہ اضافی رقم ''KalPay'' کمپنی خریدار سے لے گی، لیکن اس معاہدہ کی رو سے اس سودی معاملہ پر سائل کی رضامندی ضرور شامل ہوجائے گی اور وہ سودی معاملہ میں معاون بن جائے گا۔

مذکورہ معاملہ جس میں بیچنے والے کو نقد مکمل رقم مل جائے اور خریدار کو ادھار پر سامان مل جائے اور ''KalPay'' کو مطلوبہ نفع مل جائے کی متبادل صورت یہ ممکن ہے کہ ''KalPay'' کمپنی سائل سے مطلوبہ سامان خرید لے اور قبضہ بھی کر لے (قبضہ کی جو صورت ممکن ہو، مثلاً ''KalPay'' کمپنی کا کوئی نمائندہ سائل کے پاس آ کر سامان پر قبضہ لے لے یا ''KalPay'' کمپنی اپنے کسی گوڈاون وغیرہ میں وہ سامان منگوا لے یا جو ممکنہ صورت ہو) اور پھر ''KalPay'' کمپنی خریدے ہوئے مال کو خریدار کے ہاتھ مثلاً پانچ فیصد نفع شامل کر کے کل قیمت متعین کر کے ادھار پر فروخت کر دے۔ ادھار فروخت کرتے وقت قسطیں طے کر لے اور قسطوں میں تاخیر کی صورت میں قیمت میں کسی قسم کا اضافہ نہ کرے، یعنی جب کوئی خریدار سامان خریدنے کا ارادہ ظاہر کرے اور ادھار پر خریدنا چاہتا ہو تو سائل اس کو مال فروخت نہ کرے، بلکہ سائل ''KalPay'' کو سامان فروخت کرے اور ''KalPay'' اس سامان پر قبضہ کر لے اور پھر ''KalPay'' اس خریدار کو قیمت میں اضافہ کر کے سامان فروخت کرے۔ ''KalPay'' کم قیمت پر سائل سے خریدے اور قبضہ کرنے کے بعد زیادہ قیمت پر خریدار کو فروخت کرے، بعد میں کسی وجہ سے اضافہ نہ کرے۔ ایسا کرنے کی صورت میں سائل کو مکمل رقم نقد کی صورت میں مل جائے گی، خریدار کو سامان اُدھار مل جائے گا اور ''KalPay'' کمپنی کو ۵٪ (پانچ فیصد) یا جتنا نفع لینا چاہے مل جائے گا اور سائل کی بکری (سیل) میں بھی اضافہ ہوجائے گا۔

فتاویٰ شامی میں ہے:

''وأفتى المصنف ببطلان بيع الجامكية، لما في الأشباه بيع الدين إنما يجوز من المديون وفيها (قوله: وأفتى المصنف إلخ) تأييد لكلام النهر، وعبارة المصنف في فتاواه سئل عن بيع الجامكية: وهو أن يكون لرجل جامكية في بيت المال ويحتاج إلى دراهم معجلة قبل أن تخرج الجامكية فيقول له رجل: بعتني جامكيتك التي قدرها كذا بكذا، أنقص من حقه في الجامكية فيقول له: بعتك فهل البيع المذكور صحيح أم لا لكونه بيع الدين بنقد أجاب إذا باع الدين من غير من هو عليه كما ذكر لا يصح قال: مولانا في فوائده: و بيع

الدين لا يجوز ولو باعه من المديون أو وهبه.....''

(کتاب البیوع، ج:۱، نمبر:۴، ص:۵۱۷، ایچ ایم سعید)

''الأشباه والنظائر'' میں ہے:

''وبيع الدين لا يجوز، ولو باعه من المديون أو وهبه جاز والبنت لو وهبت مهرها من أبوها أو ابنها الصغير من هٰذا الزوج . إن أمرت بالقبض صحت وإلا لا؛ لأنه هبة الدين من غير من عليه الدين، (انتهى) .

وفي مداينات القنية: قضى دين غيره ليكون له ما على المطلوب فرضي جاز، ثم رقم لآخر بخلافه: ولو أعطى الوكيل بالبيع للآمر الثمن من ماله قضاء على المشتري على أن يكون الثمن له كان القضاء على هٰذا فاسدا و يرجع البائع على الآمر بما أعطاه وكان الثمن على المشتري على حاله. (انتهى) ....

وخرج عن تمليك الدين لغير من هو عليه الحوالة؛ فإنها كذٰلك مع صحتها كما أشار إليه الز يلعي منها. وخرج أيضًا الوصية بهٖ لغير من هو عليه، فإنها جائزة كما في وصايا البزاز ية؛ فالمستثنى ثلاث.

وفرع الإمام الأعظم رحمه الله علىٰ عدم صحة تمليكهٖ من غير من عليه أنه لو وكلهٗ بشراء عبد بما عليه ولم يعين المبيع والبائع لم يصح التوكيل.''

(الأشباه والنظائر، الفن الثالث، القول فی الدین، ص:۳۰۹، دار الکتب العلمیۃ)

''فتاویٰ ہندیہ'' میں ہے:

''يحتاج إلىٰ شرط رابع في عقد الصرف إذا كان المعقود عليه من جنس واحد وهو التساوي في الوزن كذا في خزانة المفتين .... الدراهم والدنانير لا تتعينان في عقود المعاوضات عندنا ولا يجوز بيع الذهب بالذهب ولا الفضة بالفضة إلا مثلًا بمثل تِبرًا كان أو مصنوعا أو مضروبا ولو بيع شيء من ذٰلك بجنسهٖ ولم يعرفا وزنهما أو عرفا وزن أحدهما دون الآخر أو عرف أحد المتصارفين دون الآخر ثم تفرقا ثم وزنا وكانا سواء فالبيع فاسد.''

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصرف، باب ثانی، فصل اول، ج:۳، ص:۲۱۸، دار الفکر)

فتاویٰ شامی میں ہے:

''هو لغة: مطلق الزيادة وشرعًا (فضل) ولو حكمًا فدخل ربا النسيئة

...... (خال عن عوض) . خرج مسألة صرف الجنس بخلاف جنسه (بمعيار شرعي)..... (مشروط) ذلك الفضل (لأحد المتعاقدين) أي بائع أو مشتر، فلو شرط لغيرهما، فليس بربًا بل بيعًا فاسدًا (في المعاوضة).''

(فتاویٰ شامی، کتاب البیوع، باب الربا، ج:۵،ص:۱۶۸، ایچ ایم سعید)

فتاویٰ شامی میں ہے:

''قوله: لزم كل الثمن حالا) لأن الأجل في نفسه ليس بمال، فلا يقابله شيء حقيقة إذا لم يشترط زيادة الثمن بمقابلته قصدا، و يزاد في الثمن لأجله إذا ذكر الأجل بمقابلة زيادة الثمن قصدا، فاعتبر مالا في المرابحة احترازا عن شبهة الخيانة، ولم يعتبر مالا في حق الرجوع عملا بالحقيقة بحر.''

(فتاویٰ شامی، کتاب البیوع، باب المرابحہ والتولیۃ، ج:۵،ص:۱۴۲، ایچ ایم سعید)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	الجواب صحیح	کتبہ
محمد انعام الحق	شعیب عالم	مصطفیٰ امین
		تخصصِ فقہِ اسلامی

جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....